ناظم زرسنّر

اساسِ تحریر
ناظم زرسنّر کی ابتدائی غزلیات کا مجموعہ

ناظم حسین

قلمی نام: ناظم زرسنّر

ولادت: 08 دسمبر 2000ء

چک چھوٹی شفیع ، پاکپتن ، پاکستان

ولدیت: خادم حسین

زبانیں: پنجابی، اردو، انگریزی

ازدواجی حیثیت: شادی شدہ

رابطہ: واٹس ایپ 3036906366 92+

میسنجر: Nazim ZarSinner

ای میل: nazimhussainsinner@gmail.com

انتساب

محمد ابراہیم ذوقؔ

اور

مرزا محمد رفیع سوداؔ

کے نام

پیشِ لفظ

ناظم حسین کے سب سے بڑے بھائی طالب حسین
کو بھی کسی دور میں شعر کہنے کا شوق تھا، انھیں
سے متاثر ہو کر ناظم نے بھی زینۂ سخن پر قدم رکھا۔
ناظم نے شعر گوئی کی ابتدا 29 ستمبر 2016ء کو
غزل گوئی سے کی۔ یہ ان کے ایّامِ آغازِ شباب تھے، لہذا
انھوں نے بھی شعر گوئی کی روایتی قسم کی شاعری
سے ابتدا کی۔ اس دور میں وہ محمد ابراہیم ذوقؔ اور
مرزا محمد رفیع سوداؔ سے متاثر تھے اس لیے ان کی
غزلیات کے موضوعات کم وسیع تھے اور کسی ایسی
محبّت میں اٹھائے جانے والے صدمات اور تکالیف بیان
کرتے ہیں جو انھیں کبھی ہوئی ہی نہیں تھی، اور
کسی ایسے محبوب کے حسن اور ہجر کا بیان ہیں جو
طبعی طور پر موجود ہی نہیں تھا۔ البتہ اس میں کچھ
اشعار ناظم کے انتہائی پسندیدہ ہیں مثلاً

آج وقت اجنبی سا ہے ناظؔم
تم کسی آشنا کو یاد کرو

گردش جہان بھر کی ہے زلفِ یار تجھ سے
دیکھا ہے اک زمانہ لیکن ہے پیار تجھ سے

اس مجموعے میں 2016ء سے 2020ء تک لکھی جانے
والی غزلیں شامل ہیں۔ بعد میں ناظم کی توجہ نظم
گوئی کی طرف مبذول ہو گئی اور انھوں نے اپنا قلمی
نام ناظم زرّسنّر (Nazim ZarSinner) رکھ لیا۔

کاش! آئے وہ وقت جب دیکھوں
تیرے رخ سے نقاب اتر جائے
تیرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہو
جھولی خوشیوں سے میری بھر جائے

ناظم زرسنّر

آپ کے پیار کا جب خیال آ گیا
یاد گزرا ہوا ایک سال آ گیا

دیکھ کر مجھ کو تم نے جھکائی نظر
اور چہرے پہ زلفوں کا جال آ گیا

تم کو کہتا گیا ہوں میں جتنا حسیں
میرے شعروں میں ویسا جمال آ گیا

رات بھر اُس کے بوسے میں لیتا رہا
تیرے خط میں ترا ایک بال آ گیا

دل میں میرے حسینوں کی دنیا سے وہ
جس کی کوئی نہیں ہے مثال، آ گیا

رہنا بن تیرے مجھ کو گوارا نہیں
آ کے کہہ دے کہ عہدِ وصال آ گیا

اٹھ کے شمعیں جلاؤ، چراغاں کرو
جس کا آنا تھا لگتا محال، آ گیا

گفتگو ساری نظروں نے نظروں سے کی
لطف باتوں کا یوں بےمثال آ گیا

کائنات اُس میں ڈوبی کہ تھی ہی نہیں
اُس کی پلکوں پہ جب بھی زوال آ گیا

کس تَبَسُّم سے وہ دیکھتے تھے کہ جب
میرے ہونٹوں پہ اُن کا سوال آ گیا

19 فروری 2020ء

کر دیا دل توڑ کر کارِ نمایاں آپ نے
توڑ کر دل کر دیا ہے مجھ پہ احساں آپ نے

میں ہوں اک نجمِ منوّر، آپ ہیں تاریک رات
کہیے کیا کیا مجھ سے اب تک رکھا پنہاں آپ نے

آپ نے حالاتِ دل پر کی نظر، اچّھا کیا
دشت پر برسا دیا ابرِ بہاراں آپ نے

میرے دل کی خوف زدگی پر نہیں تکیہ کیا
اشک کو میرے کیا ہر اک ہراساں آپ نے

میں تو سمجھا تھا رہِ الفت میں مر جاؤں گا میں
کر دیا اِس راہ پر چلنا کچھ آساں آپ نے

مبتلائے فتنۂ عالم مجھے کیوں کر دیا؟
کیوں نہیں لہرائی اب زلفِ پریشاں آپ نے؟

بے وفا، مکار، تفتہ، بے دل اور آشیفتہ
میری اک چپ پر لگایا کیا کیا بہتاں آپ نے

آج کیوں وابستہ ہونا چاہتے ہیں مجھ سے آپ؟
ختم رشتہ تب کیا تھا ہو کے نازاں آپ نے

آپ سے امید تھی روشن شبانی کی مجھے
کر دی اور تاریک کیوں میری شبستاں آپ نے

آپ اب سمجھیں گے حیراں ہونا کس کو کہتے ہیں
کر لیا جتنا بھی کر سکتے تھے حیراں، آپ نے

30 اگست 2019ء

نہ ملنے کی قسم کھائی ہے اب زنہار آپس میں
ہماری ہو گئی اک بات پر تکرار آپس میں

نہیں انصاف جاگوں رات بھر، تم رات بھر سوؤ
ہے طلبِ وصل جب دونوں کو ہی درکار آپس میں

قدم بس رک گئے اٹھنے کی خواہش کو لیے دل میں
الجھ کر رہ گئی پازیب کی جھنکار آپس میں

تمنّا تو تھی کہنے کی مگر شرما گئے دونوں
محبّت کا نہیں کر پائے ہم اظہار آپس میں

ہمارے رازِ الفت کی خبر جانے ہوئی کس کو
ہے ملنا اب ہمارا ہو گیا دشوار آپس میں

نہ فکرِ ضبط تھی مجھ کو نہ ہی پاسِ حجاب اُن کو
تھے جب ہم سامنے آئے سرِ بازار آپس میں

قمر کے وہ مقابل تھے سجائے پھول زلفوں میں
حسیں دکھلا رہے تھے آ کے دو سنگھار آپس میں

یہی سوچا تھا وعدوں سے مکر جائیں گے ہم دونوں
نہ لیکن کر سکے دونوں ہی ہم انکار آپس میں

اٹھی نظریں، جھکا آنچل سرِ محفل بھی در پردہ
تھی محفل بےخبر اور کر لیا دیدار آپس میں

زمانے بھر کی خوشیاں لگتا ہے بس دیکھ لیں ناظم
گلے ملتے ہیں جب بچھڑے ہوئے دو یار آپس میں

13 مارچ 2020ء

غم کی شدت یہ ہو گئی اپنی
سانس اپنی بھی نہ رہی اپنی

بخل ہم سے ہوا نہ الفت میں
وار دی ہم نے زندگی اپنی

دل کی طغیانی ہو بیاں کیسے؟
زندگی خون ہو گئی اپنی

یوں ہے اشکوں نے تر کیا دامن
چاہیے بحر کو نمی اپنی

اُس سے بیگانگی بڑھی اتنی
نہ رہی اُس سے دوستی اپنی

زندگی انتظار میں گزری
ایسی تقدیر تھی لکھی اپنی

کیا ہو اُمّید اب بہاروں کی؟
ہے خزاں اب، بہار ہی اپنی

نقش قبروں کا کب رہا باقی؟
خاک اشکوں میں بہہ گئی اپنی

عشق کی منزلوں سے جب گزرے
تب ملی ہم کو آگہی اپنی

آتشِ غم بجھی نہ مر کر بھی
قبر بھی اب ہے جل رہی اپنی

ساتھ تم لے گئے مری خوشیاں
ملنا تم سے ہی تھا خوشی اپنی

وہ رہے اور نہ ہی نشاں ناظم
ہو گئی بےضیا گلی اپنی

17 دسمبر 2016ء

میں نے دیکھی یار کی تیغِ رواں اچھی طرح
مر گئے، پر لطف بھی آیا کہاں اچھی طرح

بیچ میں آنے کے تھے انجام سے سب با خبر
کوئی کیوں آتا ہمارے درمیاں اچھی طرح

لوگوں کو ہوتی ہے خواہش یار سے گفتار کی
بات کرنا ہو گئی مجھ پر گراں اچھی طرح

وہ اگر وحشت کے دوراں آئے میرے ہاتھ میں
پھاڑ کے رکھ دوں گا سارا آسماں اچھی طرح

قاصدا! اِس بار تیرے سر کو کر دوں گا قلم
یار سے اب کرنا حالِ دل بیاں اچھی طرح

یار کی محفل نہیں یہ میری محفل ہے رقیب
رکھنا اپنے قابو میں اب کے زباں اچھی طرح

حسن ہے اُس کا نیا پھر ہے بڑی نازک سی سوچ
وہ جو ہو پایا نہیں اب تک جواں اچھی طرح

دعوتِ مے خانہ بھیجی ہے میں نے واعظ کو بھی
اُس کے آ جانے سے بندھ جائے سماں اچھی طرح

کب اثر کرتی ہے دل پر ضرب اُس کے ہاتھ کی
آزمائے اُس نے سب تیر و کماں اچھی طرح

چشمِ ناظؔم دیکھ سکتی ہے روئے روشن ترا
لاکھ پردوں میں تو ہو جائے نہاں اچھی طرح

25 ستمبر 2019ء

مجھے تم سے شکایت بھی اگر ہوتی تو کیا ہوتی؟
کہ راہِ عشق گر نہ پر خطر ہوتی تو کیا ہوتی؟

یہ سچ ہے، جینا تیرے بن مجھے اک دن بھی مشکل تھا
ترے بن رات گر میری بسر ہوتی تو کیا ہوتی

ترے بن حسن کیسا شام دکھلا کر نمو پاتی
ترے بن تازگی وقتِ سحر ہوتی تو کیا ہوتی؟

کبھی مغموم سے پوچھا ہے اپنے حالِ دل تم نے
مری گر آنکھ نہ اشکوں سے تر ہوتی تو کیا ہوتی؟

محبت وہ ہے جو ہو جائے تو چھوڑی نہیں جاتی
مصیبت اور زیادہ عمر بھر ہوتی تو کیا ہوتی؟

سمجھ قیمت مرے دل کی کبھی جو شخص نہ پایا
اسے میری وفا کی قدر گر ہوتی تو کیا ہوتی؟

مئوثر ضابطہ نہ عشق کا تھا اتنا کیوں محشر؟
اگر مجھ سے نہ واقف وہ نظر ہوتی تو کیا ہوتی؟

بسیرا عاشقوں کا کوئے جاناں کے سوا کیا ہے؟
محبّت گر نہ ایسے در بدر ہوتی تو کیا ہوتی؟

مرے دل کی حقیقت خود عیاں مجھ پر نہیں ہوتی
حقیقت یہ عیاں گر یار پر ہوتی تو کیا ہوتی؟

تری یادوں نے جس کو کر دیا ہے خود سے بیگانہ
اسے گر حال کی اپنے خبر ہوتی تو کیا ہوتی؟

19-28 مارچ 2019ء

دیکھو کتابِ الفت
سب اضطرابِ الفت

خوش کن جہاں میں سب سے
ہے انتخابِ الفت

شکلوں کی دل فریبی
سب ہے سرابِ الفت

لے آؤ جام ساقی
دے دو شرابِ الفت

ہلکے ہیں سب مصائب
بھاری عذابِ الفت

دیکھ انتظار میرا
اور کر حسابِ الفت

سب زندگی گزاری
سہتے عتابِ الفت

محشر پہ ہے قیامت
اُن کا شبابِ الفت

کوئی بتائے مجھ کو
کیا ہے ثوابِ الفت

دیوانہ ہے بہت ہی
ناظؔم خرابِ الفت

17 اگست 2019ء

رات کی تھوڑی سی تھی تب تیز دھڑکن اور میں
غرق تھے بے مائگی میں تیرا آنگن اور میں

تیرا دامن بھی ہے زخمِ عشق سے بھیگا ہوا
ایک دریائے لہو ہے میرا دامن اور میں

دیکھتے ہیں آج قسمت کس پہ کرتی ہے کرم
سامنے اب آ چکے ہیں میرے دشمن اور میں

اک جہانِ بے بسی سے ہے لڑائی اور تم
اک خزاں دیدہ جہاں کا اجڑا گلشن اور میں

جانے کیسا امتحاں تھا ہونا تھا اُس سے جدا
تھی بہت افسردہ ساعت، وقتِ رفتن، اور میں

وہ کبھی پھرتا تھا برساتوں میں باہر بھیگتا
یاد کرتا ہے اُسے اب ابرِ ساون اور میں

کھو گیا مجھ سے دھندلکوں میں کہیں وہ شام کے
میری خوشیوں کا وہ اک موہوم بچپن اور میں

یاد مجھ کو پھر وہ گھڑیاں ہجر کی آنے لگیں
لڑتے تھے تنہائی سے جب غم، ترا من اور میں

یاد تو ہو گا تجھے میرا جنوں تیرے لیے
سامنے تم، بیچ انگاروں کا خرمن اور میں

خوں چکاں دامن تجھے ناظؔم کا کیا اب یاد ہے؟
پاؤں میں ہوتی تھی جب زنجیرِ آہن اور میں

17 اکتوبر 2019ء

بس کہ اک طرفہ ادا ہے بادہ نوشی کی اے واعظ!
ہاں! طلب ہوتی ہے ہر اِک کو خموشی کی اے واعظ!

استقامت اور توبہ پر، تمھارا کام ہے بس
داد دیتا ہوں تمھاری سخت کوشی کی اے واعظ!

اک صنم کی یاد میں اشعار میں لکھتا رہا ہوں
مجھ کو دلوا دے سزا تو بت فروشی کی اے واعظ!

ہے جوانی داغ دار اتنی، گناہوں کی کہانی
آج میں نے شہر میں بادہ فروشی کی اے واعظ!

تم سدا مجھ سے رہا کرتے تھے برہم اور کشیدہ
طاری کس نے تیرے ہونٹوں پر خموشی کی اے واعظ؟

جام کو اب دیکھ کر آتی ہے یاد ان کی زیادہ
واقعی تکلیف ہے یہ بادہ نوشی کی اے واعظ!

مے کدے میں رہنے دے مدہوش مجھ کو آج کی شب
ہے طلب مجھ کو کسی کی پردہ پوشی کی اے واعظ!

عشق کے میدان میں مر جانا گر لازم نہیں تو
کس لیے فرہاد نے تھی سر فروشی کی اے واعظ؟

ہوش میں آ کر مجھے لینا ہے کیا؟ بےرحم ہیں سب
اِس لیے خواہش ہے اب دل کو بہوشی کی اے واعظ!

پوچھتے کیا ہو پتہ ناظم کا مجھ سے بعد مدّت
اُس نے ساری زندگی خانہ بدوشی کی اے واعظ!

11 دسمبر 2019ء

مرے پاؤں میں ڈالو حلقۂ زنجیر بسم اللہ
مرا قاتل کرے پھر قتل کی تدبیر بسم اللہ

مجھے ساقی سے کیا مطلب، نگاہیں تم اٹھا لو گر
تری نظروں میں مے کی ہے وہی تاثیر بسم اللہ

جلاؤ آگ ہر جانب، وفا کی ہم نے، مقتل میں
شہید اب ہوں گے تو بن جائیں گے ہم پیر بسم اللہ

ہے نازِ حسن کیا پھر منتظر میری شرارت کا
پسند آئی اگر اُن کو مری تقصیر بسم اللہ

صدا آتی ہے ہم کو آسمانوں سے، جہاں چھوڑو
نئی دنیا کرو ہم کہتے ہیں تعمیر، بسم اللہ

مجھے شیریں سے کیا مطلب مگر ہے امتحاں لازم
اگر فرہاد لا سکتا ہے جوئے شیر، بسم اللہ

کسے تم ڈھونڈتے پھرتے ہو بحرِ خوں بہا بولو
میں حاضر ہوں، ہے گر تشنہ لبِ شمشیر بسم اللہ

میں تب جانوں براہیمی طریقہ اب بھی زندہ ہے
مرے دل پر اگر جائے پڑھی تکبیر بسم اللہ

ہے عہدِ وصل اُن کو یاد، بس یہ ہی غنیمت ہے
اگر قاصد وہ چاہیں اب بھی کچھ تاخیر، بسم اللہ

ترے لفظوں سے بڑھ جاتی ہے تیری دید کی حسرت
اگر اِس خط میں تم بھیجو مجھے تصویر بسم اللہ

چھپا کر تیری الفت دل میں ناظم رکھ نہیں سکتا
اگر ہوتی ہے اِس سے شہر میں تشہیر، بسم اللہ

12 جنوری 2020ء

اُن سے قربت کا ہوا آغاز بعد از نصف شب
شوق کا اڑنے لگا شہباز بعد از نصف شب

دل فریب و دل شکار و جان پرور، دلربا
پر بدل جاتا ہے ہر انداز بعد از نصف شب

اک نے پوچھا تم سے ملنے آئے تھے وہ رات کو
"تیرے قدموں کی سنی آواز بعد از نصف شب"

مجھ کو خلوت میں تری یادوں نے تڑپایا بہت
ہو گیا موسم بھی کچھ ناساز بعد از نصف شب

نیم باز آنکھوں نے تیری چھینا ہے میرا سکوں
سو نہیں سکتا ہوں میں دمساز بعد از نصف شب

کہہ دیا میں نے تم آؤ گے مجھے ملنے ضرور
ہو گئے خاموش سب طنّاز بعد از نصف شب

جاتا تھا مے خانے کو چھپ کر میں واعظ سے ضرور
ہو گیا افشاں یہ میرا راز بعد از نصف شب

نام سے خط لکھ کے میرے ہو رہا تھا خوش بہت
راہ تکتا رہ گیا غمّاز بعد از نصف شب

طائرِ دل اُس کے گھر پر دیر تک اڑتا رہا
ہو گئی موقوف وہ پرواز بعد از نصف شب

اب نہیں ناظم کوئی میری مَحَبَّت کا گواہ
جل گیا وہ آخری ہمراز بعد از نصف شب

29 اکتوبر 2019ء

عشق کی دل نشین بن جاؤ
خوب سے بہترین بن جاؤ

آسماں تم مجھے ہی دیکھو گی
گر سنہری زمین بن جاؤ

دیکھنے آ رہا ہوں میں تم کو
پھر سے ویسی حسین بن جاؤ

سر اٹھا کر میں بن گیا پاگل
تم جھکا کر ذہین بن جاؤ

اُس کے جاسوس سے ہو گر بچنا
ایک کے تین تین بن جاؤ

دل تو تم لے چکی ہو پہلے ہی
جان کی بھی امین بن جاؤ

پاس جانے نہ دے اگر کوئی
دور سے دور بین بن جاؤ

میری راتوں کی تیرگی مٹ جائے
تم مری مہ جبین بن جاؤ

حضرتِ قیس مجھ سے کہتے تھے
تم مرے جانشین بن جاؤ

تیری سیرت سے یہ تقاضا ہے
تم ہی تصویرِ دین بن جاؤ

23 مارچ 2020ء

مجھ کو بتاؤ عشق کی کچھ انتہا بھی ہے؟
مانا کہ حسن بالیقیں رنگیں ادا بھی ہے

ایسا نہیں نہ آئیں گے دہلیز تک بھی وہ
کہنے کو پاس آپ کے کچھ مدّعا بھی ہے؟

حیران فلسفی ہوئے یہ جان کر کہ موت
کرتی فنا ہے جسم کو، دیتی بقا بھی ہے

زندہ ہیں، کر رہے ہیں ہم احسان زیست پر
رہ کر یہاں سکوں کبھی جاں کو ملا بھی ہے؟

رخصت بہار کو کرو تا آئے پھر خزاں
آئی بہار جب سے کوئی گل کھلا بھی ہے؟

کس طرح میرا خط نہیں پہنچے گا جان تک؟
کاغذ قلم بھی پاس ہے، قاصد صبا بھی ہے

ہمت بڑھی رقیب کی اتنی کہ بزم میں
اب بولتا خلاف مرے برملا بھی ہے

میں جھوٹ بولتا نہیں، ایسا نہیں ہے کیا؟
بےتاب اب مرے لیے دل آپ کا بھی ہے

احساس دوریوں کا ہے ہوتا کبھی کبھی
وہ میرے ساتھ ساتھ ہے، لیکن جدا بھی ہے

مانا کہ سارا شہر ہے گہرا تمھارا دوست
ناظم نگر میں تم سے کوئی آشنا بھی ہے؟

31 جنوری 2020ء

یہی جانا ہے میں نے کہ وفا کرنا ہی بہتر تھا
مَحَبَّت پوری ہونے کی دعا کرنا ہی بہتر تھا

میں کیا اُس دل کا کرتا جو کبھی میری نہ سنتا تھا
کہ وہ دل جسم سے اپنے جدا کرنا ہی بہتر تھا

خیالِ آبرو سے مٹ گئے، جانے کہاں پہنچے
ادا حق کر دیا ہم نے، ادا کرنا ہی بہتر تھا

اڑا کر آشیاں کے میرے تنکے خوب خوش ہو تم
تباہ ایسا چمن، بادِ صبا! کرنا ہی بہتر تھا

ہوئی دنیا خفا راہِ مَحَبَّت میں بہت ہم سے
یہی جانا ہے اب ہم نے، خفا کرنا ہی بہتر تھا

مٹے ہم اِس طرح جیسے مٹیں مسکینوں کی آہیں
مگر ہستی کی ایسی انتہا کرنا ہی بہتر تھا

سہے ہوں غم نہ جس دل نے، کبھی خوش ہو نہیں سکتا
مجھے ہے علم، غم کا سامنا کرنا ہی بہتر تھا

ہے کہتی چاندنی بھی بعد اپنی بے حجابی کے
کہ نظرِ اہلِ عالم سے حیا کرنا ہی بہتر تھا

کہا اُس نے کہ میں دل جان سے قربان ہوں تم پر
مگر جو کچھ کیا تم نے، وہ کیا کرنا ہی بہتر تھا؟

15 مئی 2019ء

خیالِ حور میں اِس طرح اُس کے پاس رہا
دیے بجھا کے بھی رات اُس کا دل اداس رہا

حروف آپ کے خط کے تمام رات جلے
ہمارے پاس نہ کوئی بھی اقتباس رہا

مرے قریب رہے، مجھ سے اجنبی ہی رہے
میں اُن کے پاس رہا، اُن سے ناشناس رہا

غلط پتے پہ مرے غم چلے گئے کل شب
میں سو گیا تھا، کوئی اور محوِ یاس رہا

میں بےوفا سہی۔ مجھ سے وفا نصیب کسے
تری نظر میں ہے کوئی وفا شناس رہا؟

حساب تیری جفاؤں کا مل سکا نہ مجھے
مجھے تو شب پہ قیامت کا ہی قیاس رہا

حسین آپ ہیں لیکن فقط ستارہ ہیں
میں کائنات کا شب ماپتا رداس رہا

جو تشنگی کو بجھا سکتا تھا مرے دل کی
لبوں سے دور ہمیشہ ہی بن کے پیاس رہا

نہ آپ حسن کی بےمہریوں سے واقف تھے؟
تو لب پہ آپ کے کیوں حرفِ التماس رہا؟

کلی ہے باحیا ناظَم کہ بالباس تو ہے
کھلا جو پھول ہمیشہ ہی بےلباس رہا

01 فروری 2020ء

آسمانی رفعتوں کے ترجماں تم ہی تو ہو
میری دنیا، میری جنت، میری جاں تم ہی تو ہو

رات کی کالی سی چادر میں اگرچہ ہو نہاں
مہرِ عالم تاب، شمعِ ضوفشاں تم ہی تو ہو

جانا ہے مجھ کو جہاں بےنام سی منزل ہے وہ
تم ہی لے جاؤ، امیرِ کارواں تم ہی تو ہو

تم ہو تصویرِ زمانہ، تم ہی ساری روشنی
تم گلستاں، تم ہی شبنم، یہ جہاں تم ہی تو ہو

ایک سیمابی تَخَیُّل بن کے میرے دل پہ نقش
سب سے اول مجھ کو میرے مہرباں تم ہی تو ہو

کائنات اتنی سجائی تیرے ہی انداز نے
یہ زمیں، یہ آسماں، یہ کہکشاں تم ہی تو ہو

بن تمھارے ساری دنیا ایک ریگستان ہے
کربلا دنیا ہے، دریائے رواں تم ہی تو ہو

آئنہ گو دل کا ٹوٹا، باقی ہے عکسِ حسیں
اور جو مٹ سکتا نہیں دل سے نشاں، تم ہی تو ہو

تم ہو میرے ساتھ جیسے تم ہی ہو میرا وجود
میں جہاں تنہا ہوں میرے ساتھ واں تم ہی تو ہو

ناظؔم ایسا کہہ رہا تھا اے حسیں! تیرے لیے
جو مدارِ زندگی ہے، وہ گماں تم ہی تو ہو

23 جنوری 2020ء

تیرے رہنے کے لیے موہوم منزل تھی اے دل
وہ زمیں عشاق کی سفّاک قاتل تھی اے دل

جس کا مقصود و تمنا تیرا مل جانا ہی تھا
وہ کلی ایسے خصائل کی بھی حامل تھی اے دل

روح اپنی کس لیے پھرتی ہے دشتِ آس میں
جب نظر نومیدی پر پہلے ہی مائل تھی اے دل

جن دنوں میں رہتے تھے تم مجھ پہ کچھ کچھ مہرباں
اُن دنوں میں زندگی بھی کتنی مشکل تھی اے دل

یار کے کوچے سے گر پتھر پڑے تو غم نہ کر
روح اُس کی سن کے یہ سب کتنی گھائل تھی اے دل

اب ہے ویرانہ جہاں، تھی دوستوں کی یہ جگہ
روز سجتی اِس جگہ یاروں کی محفل تھی اے دل

اب کہاں وہ الفتیں ہیں، اب کہاں بےتابیاں
میں تھا دیوانہ وہ صورت ماہِ کامل تھی اے دل

مسکرا کر اُس نے کیوں دیکھا تھا تم کو بام سے؟
کچھ رضا مندی وفا میں اُس کی شامل تھی اے دل

اے دلِ ناظؔم، ذرا کر یاد اُس کے خط کو بھی
جس کی ہر اک بات درد و غم کی حامل تھی اے دل

30 اکتوبر 2019ء

گرچہ کل اِس سے میرا بدن خاک تو ہو گا
لیک اُس کو میرے پیار کا ادراک تو ہو گا

چمکیں گے آسمان پہ بے شک نجوم گو
پھر بھی اندھیرا شب سرِ افلاک تو ہو گا

آتش وفا کی ہم کو جلائے اگر تو کیا
مٹنے کا دل میں جذبۂ بے باک تو ہو گا

کس کام کا یہ جسم جو زحمت سے دور جائے
بچ بچ کے بھی یہ کیڑوں کی خوراک تو ہو گا

تطہیر میں تمھاری کروں گا بہا کے خوں
دامن تمھارا، میرا ہے کیا، پاک تو ہو گا

عشّاق نے بچایا ہے جب باغ عشق کا
خوں اُن کا سبزۂ رگِ خاشاک تو ہو گا

ثابت کروں گا اپنی وفا جاں پہ کھیل کر
پردہ یوں شک کا جانِ ادا چاک تو ہو گا

اب تک وفا کی راہ میں کوئی نہیں بچا
انجام میرا ہائے الم ناک تو ہو گا

ہے دل میں میرے خواہشِ دیدار موجزن
دل میں تمھارے بھی کوئی اہلاک تو ہو گا

ناظم: ہے جس کو عشق نے دیوانہ کر دیا
اگلے زمانے میں بڑا چالاک تو ہو گا

09 ستمبر 2017ء

ہر اک صورت بدلتی جا رہی ہے
حیاتی شمع جلتی جا رہی ہے

تمھارا دل پگھلتا جا رہا ہے
ہماری جاں نکلتی جا رہی ہے

تمھارے قرب میں بےاختیاری
طبیعت کچھ مچلتی جا رہی ہے

وہ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں
سکوں سے رات ڈھلتی جا رہی ہے

مری قربت میں اب اُن کی جوانی
نمک جیسی پگھلتی جا رہی ہے

تری الفت نے جو آتش جلائی
مرے اب خوں سے جلتی جا رہی ہے

بصیرت، زندگی، خواہش، عبادت
سے ہستی کچھ سنبھلتی جا رہی ہے

کہیں کیا زندگی گزری ہے کیسے
چلے جاتے ہیں، چلتی جا رہی ہے

سکوں ملنے لگے ہیں زندگی میں
غموں کی رات ڈھلتی جا رہی ہے

اب اُن کی خاکِ پا کو لے کے ناظم
جبیں سے خلق ملتی جا رہی ہے

23 اکتوبر 2019ء

ترے آستاں کے خیال میں، میں کہاں کہاں پہ جھکا نہیں
ترے نام پر، ترے ذکر پر میں کہاں کہاں پہ بکا نہیں

مجھے اِس پہ کتنا یقین تھا ہوں گا عشق میں میں فنا نہیں
مرا دل ہے مجھ سے یہ پوچھتا ملی کیوں تجھے ہی بقا نہیں

یہاں نور ہے تری ذات سے، یاں ضیائیں تیرے ثبات سے
مری بزم تیرے ہی دم سے ہے سوا تیرے کوئی ضیا نہیں

مٹے جا رہے ہیں جہان سے مرے نقشِ پا کے ثبوت بھی
رہا اجنبی ہوں میں اِس طرح کسی کو بھی میرا پتہ نہیں

مری قربتوں کا جواز تھیں تری ساری پردہ نشینیاں
تجھے یاد ہے کوئی ایسی شب کہ میں جس میں تم سے ملا نہیں؟

تو اگر ملے، کسے چاہیے یہ تسلسلِ شب و روز پھر؟
ترا نام ہی مرا ورد ہے، سوا تیرے کوئی دعا نہیں

ترے حکم پر میں چلا رکا، ہوا گم تو اس میں بھی راز تھا
تھی تجھے خبر کہ میں تھا کہاں، مری اِس میں کوئی خطا نہیں

وہ جہانِ مستی مٹا دیا، وہ فریبِ ہستی بھلا دیا
نہیں کچھ بچا ولے قرب کی اک امید دل سے جدا نہیں

ہے طویل اتنا مرا سفر کہ ہمیشگی کے ہوں درمیاں
نہیں رکّھا میں نے قدم جہاں، یہاں کوئی ایسا خلا نہیں

مری روح پر مجھے فخر ہے کہ سنایا جس نے یہ فیصلہ
تو اگر نہیں مجھے بخشتا تو سزا بھی میری جزا نہیں

27 مارچ 2020ء

سو زوالِ جذب کے دور میں نہ تڑپ ہی تھی نہ وہ چاہ تھی
نہ سرور دن کی گھڑی میں تھا نہ ہی دل میں رات کی آہ تھی

مرا دل شکستہ ہے سارا ہی کہوں کیا یہاں کسی دور میں
بسی ایک دنیا وفا کی تھی ہوئی جلد ہی جو تباہ تھی

بڑھے کچھ جو آگے حیات میں تو طلب ہی ساری بدل گئی
نہ مجھی پہ تیری نگاہ تھی نہ تجھی پہ میری نگاہ تھی

ترے پاس فوج ستم کی تھی، ترے پاس زور جفا کا تھا
مرے پاس اشک کی فوج تھی، مرے پاس غم کی سپاہ تھی

نہ وفا کا تم کو جنوں رہا نہ ہی میرے دل میں تڑپ رہی
کبھی میرا سینہ بھی چاک تھا، کبھی تیری زلف سیاہ تھی

جو کہو وفا کی خبر نہ تھی ترے دل کو تو یہ فریب ہے
رہے کیسے پیار سے بےخبر سبھی دنیا جس کی گواہ تھی؟

کہیں بھی وفا جو نہ رہ سکی ملا دل مرے کا پتہ اُسے
بڑا عرصہ دنیا کی سب وفا رہی دل میں لے کے پناہ تھی

چلے جب جہان کو چھوڑ کر ہوا ہے سہارا تھا اک جہاں
نہ ہی حسرتوں کا ٹھکانہ تھا نہ ہی غم کی کوئی پناہ تھی

یہ بتاؤ مجھ کو محبتوں میں بدل گئیں کیوں شریعتیں؟
جہاں یاد تیری حرام تھی وہیں نیند میرا گناہ تھی

اُنھیں ناظم اتنا خیال آیا تھا جب تلک کریں معذرت
نہ میں خود ہی تھا، نہ وہ گھر ہی تھا، نہ وہ شہر تھا نہ وہ راہ تھی

16 ستمبر 2019ء

میں تم سے بھی مجھ سی وفا چاہتا ہوں
"مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں"

ہو آباد پھر جس سے بزمِ تمنّا
جلانا اک ایسا دیا چاہتا ہوں

جفا میں بھی غیرت کا ہے پاس مجھ کو
میں پہلے سے بڑھ کر حیا چاہتا ہوں

مری تشنگی جس سے ہو جائے پانی
ترے ہاتھ سے وہ سزا چاہتا ہوں

چھپا مت حقیقت مری مجھ سے یا رب!
میں حق تیرا کرنا ادا چاہتا ہوں

مُرَوَّت میں ہوتی ہے تنصیف لازم
میں ہو جانا تم سے خفا چاہتا ہوں

زمانے میں جس کی نہ ہو مثل کوئی
میں کرنا اک ایسی خطا چاہتا ہوں

مرے خوں سے سرسبز ہو جائے دنیا
ترے لب سے ایسی دعا چاہتا ہوں

ڈرے ذکر سے جس کے ہر شمعِ محفل
ستم کی میں وہ انتہا چاہتا ہوں

سخن میں تمنّا یہ ہے میری ناظَم
میں اقبال کی خاکِ پا چاہتا ہوں

13 نومبر 2019ء

یہ ستم کی وادیاں ہیں جہاں قافلے رکے ہیں
یہاں قیس نقش اپنے، اے صبا! مٹا چکے ہیں

یہی وقت کا تقاضا، یہی تھی وفا کی قسمت
ہمیں تم بھلا چکے ہو، تمھیں ہم بھلا چکے ہیں

تری محفلیں سلامت، نہیں مڑ کے آئیں گے ہم
تری دسترس سے جاں ہم بڑی دور جا چکے ہیں

وہ جو زندگی تھے میری، وہ جو درد بانٹتے تھے
مری روح! ہو جا رخصت کہ وہ لوگ جا چکے ہیں

وہ محبتوں کے دعوے، وہ نثارِ یار ہونا
تھے سبھی نقوشِ ماضی جنھیں ہم مٹا چکے ہیں

میں نہ کیوں کروں یہ دعویٰ کہ مرا جہان تم ہو
ترے اک بدن میں میرے دو جہاں سما چکے ہیں

تھے بہت ہی ناسمجھ ہم، رہِ عشق میں یہ صدمے
مرا دل جلا چکے ہیں، تجھے خوں رلا چکے ہیں

بڑے غم سے پوچھتے ہو کیا کس نے قتلِ ناظمؔ؟
مری جان! میرے قاتل تری صف میں ہی چھپے ہیں

24 مارچ 2020ء

چل اے دل! کوئے یار چلتے ہیں
دن بڑے ناگوار چلتے ہیں

غمِ جاناں پرانی بات ہوئی
اب غمِ روزگار چلتے ہیں

پیرِ مے خانہ نے لگا دی ہے
مے کدے کی پکار، چلتے ہیں

کب تلک ذکرِ ماضی اے ہم دم
آ رہی ہے بہار، چلتے ہیں

اُس نظر کی شراب میرے نام
جام اب بےشمار چلتے ہیں

مرنے کا کچھ مزہ نہیں آیا
پھر سے ہونے نثار چلتے ہیں

بارِ الفت اٹھا لیا ہم نے
اب ترے زیرِ بار چلتے ہیں

آج ہے یاد آ رہی اُس کی
آج پل سوگوار چلتے ہیں

عشق پردے میں یوں رہے کب تک؟
ہو کے ہم آشکار چلتے ہیں

زلفِ جاناں بکھر گئی ہو گی
جھونکے اب مشک بار چلتے ہیں

فیض کے رنگ واقعی ناظم
دل کو کرتے شکار چلتے ہیں

24 دسمبر 2019ء

قرب کے لمحات پھر وہ ہی فضا چھونے کو ہیں
پھر وہ خوابِ ناز اپنی ابتدا چھونے کو ہیں

تیری خوشبو کو چرانے کے لیے آئی بہار
جھونکے بھی چوری سے اب تیری ردا چھونے کو ہیں

آ رہی ہے یاد تیری مسکراہٹ دل کو اب
زخمِ سینہ ہو کے خوش تیرِ قضا چھونے کو ہیں

یہ نہیں سوچا تھا اتنے ہم بڑھیں گے عشق میں
عشق کے ہم آسماں کو، یا خدا! چھونے کو ہیں

آبروئے تیغِ قاتل کو بچا جائیں گے ہم
ہوں گے دشمن ہی جو مرہم یا دوا چھونے کو ہیں

آج ہے مٹنے کو حسرت وہ تمھارے وصل کی
خاک ہو کے آج ہم دامن ترا چھونے کو ہیں

ڈوب جاتے ہیں کبھی ہم ایسے تیری یاد میں
یہ نہیں چلتا پتہ کیا چھوڑ کیا چھونے کو ہیں

جب لٹایا جا رہا ہوتا ہے ہم کو آگ پر
ایسا لگتا ہے کہ ہم آنچل ترا چھونے کو ہیں

قید ہیں اِس خط میں اُس کے دل کی لاکھوں دھڑکنیں
بعد مُدّت آج دل محبوب کا چھونے کو ہیں

06 نومبر 2019ء

زندگی کے کھیل سے ہو گی قضا کی چھیڑ چھاڑ
چار دن خوشیوں کے ہیں، کر لو وفا کی چھیڑ چھاڑ

بادہ خواری میں کسی کی یاد ہو شامل اگر
دیکھیو پھر کیسی خوش کن ہے فضا کی چھیڑ چھاڑ

وادیاں گہری، شفق مضطر، تھیں ندیاں بےقرار
اور اِک لڑکی کے آنچل سے ہوا کی چھیڑ چھاڑ

عہدِ توبہ اور بارش میں نہ یاد آئیں صنم
ورنہ تم دیکھو گے توبہ سے رضا کی چھیڑ چھاڑ

یاد ہیں اب تک مجھے اُس رات کی سب مستیاں
جب ہوئی تھی شوق سے اُن کی حیا کی چھیڑ چھاڑ

آفتِ جاں ہیں الگ اُس کی نظر کی مستیاں
اور آنکھوں سے مری رنگِ حنا کی چھیڑ چھاڑ

مبتلا ہے کر رہی شاید کہ مجھ کو عشق میں
سیدھے سادے دل سے میرے کج ادا کی چھیڑ چھاڑ

چھیڑتا رہتا ہوں اُن کے دل کو بحرِ دل لگی
کر کے اُن سے ایک چھوٹی سی خطا کی چھیڑ چھاڑ

ہے بس اِتنا یاد، اُس نے خالی لوٹایا نہ تھا
یاد ورنہ کس کو ہے دستِ عطا کی چھیڑ چھاڑ

بےخیالی سی رہی ناظم، وگرنہ خوب تھی
اُن کی بکھری زلف سے بادِ صبا کی چھیڑ چھاڑ

14 نومبر 2019ء

جسم زخموں سے ہے چور
اُس کی بستی بھی ہے دور

دنیا والے اندھے ہیں
کس کی آنکھوں میں ہے نور؟

اُس کا جلوہ دیکھا ہے
دل بنا ہے کوہِ طور

چہرہ اُس کا ہے حسین
گویا دنیا کی ہے حور

پاک عشق کا ہے نام
جیسے تورۃ اور زبور

شعلے سینے میں ہیں یوں
جیسے جلتا ہو تنور

وعدہ کافی ہے مجھے
آنا بھی نہیں ضرور

ایسا بن ہوں آپ کے
جیسے صحرا میں کھجور

آگے مرضی آپ کی
ہم دوانے ہیں حضور

حشر برپا دل میں ہے
آتی ہے صدائے صور

30 نومبر 2019ء

اسے الفت کا گرچہ کچھ نہیں ادراک، دل پھر بھی
یہ بننا چاہتا ہے تیرے در کی خاک دل پھر بھی

ہے مشتِ خاک اِس کو خاک میں رکنا نہیں آتا
کرے گا آسمانوں کے یہ پردے چاک دل پھر بھی

فدا ہوتے ہوئے نقصان کو بھی بھول جاتا ہے
سمجھ رکھتا نہیں، ہے صاحبِ ادراک دل پھر بھی

حکومت جسم پر کرتا ہے گرچہ خوں کا یہ ٹکڑا
یہ بنتا جا رہا ہے نفس کی خوراک دل پھر بھی

اگرچہ جانتا ہے یہ قیامت اور محشر کو
اطاعت چھوڑنے میں ہے بہت بےباک دل پھر بھی

یہ کہتا ہے ملے دنیا، نہیں کچھ فکر آخر کی
بہت بےعقل ہے، پر بنتا ہے چالاک دل پھر بھی

رضا میں جسم کو کر دو اگر تم خاک کا پیوند
لیے پھرتا تمھیں ہو گا سرِ افلاک دل پھر بھی

معاصی کا سمندر ہے رواں، یہ جانتا بھی ہے
مگر ہے بہہ رہا بن کر خس و خاشاک دل پھر بھی

کرو گے کیا؟ حلاکت خیز ثابت ہو گا یہ سن لو
اتارے گا نہیں غفلت کی گر پوشاک دل پھر بھی

اگر شیطان کا گھر ہے، مُطَہر ہو نہیں سکتا
کرو تطہیر زم زم سے، رہے ناپاک دل پھر بھی

کرم کرنے پہ آ جائے، نہیں ثانی کوئی اِس کا
وگرنہ سچ ہے سب سے بڑھ کے ہے سفّاک دل پھر بھی

26 جنوری 2020ء

میرے سینے میں ایک ہی دل ہے
جو کہ اے جان! تیری منزل ہے

عشق کی منزلیں نہیں ہوتیں
عشق خود آرزو کی منزل ہے

تیری الفت ہے سینے میں جب تک
دل کو ملنا سکون مشکل ہے

سرد آہیں لبوں پہ مچلی ہیں
اور وہ ہے کہ مجھ سے غافل ہے

دوریاں انتہا پہ پہنچی ہیں
ایک پردہ سا بیچ حائل ہے

اور پردہ بھی اٹھ گیا اب تو
جسم دو ہونا کرتا بسمل ہے

تیری یادیں ہیں، شام ہے اور میں
سوگ ہے، غم میں ڈوبا ساحل ہے

عشق میرا نجوم سے بڑھ کر
سامنے میرے ماہِ کامل ہے

میری خلوت عذاب جیسی ہے
روح تنہائیوں سے گھائل ہے

لاکھوں غزلیں نثار ہیں اُس پر
تیرے رخسار پر جو یہ تل ہے

11 نومبر 2019ء

نہاں ہیں اک تمھاری ذات میں کفر و اماں دونوں
جو لڑتے رہتے ہیں دل کے تمھارے درمیاں دونوں

ہے بچنا جنّتِ نمرود سے، احکامِ شیطاں سے
ہیں بینا کے لیے تو واقعی آتش فشاں دونوں

کوئی تو ہو گا قسمت میں، عذابِ نار یا جنّت
کوئی ایسا نہیں جس کو ہوں ملنا یہ گراں دونوں

خرد کو بھی سلامت رکھ، سلامت عشق کو بھی رکھ
کہ کام آتے ہیں جنگوں میں سپر، دہن و کماں دونوں

تمھارا رب ہے دعوت دیتا تم کو کامیابی کی
اسی کے واسطے غافل ہیں تکبیر و اذاں دونوں

ہے دنیا جنّتِ کفّار اور اسلام میں زنداں
نہیں ممکن کہ اک ہی چیز پر ہوں خوش یہاں دونوں

کوئی معدوم سا باقی ہو تو اُس کے بجز دیکھو
یاں حاکم اور رعایا ہو گئے ہیں بےاِماں دونوں

ہے رخ کو موڑ دیتا کوہ اور صحرا ہے ساتھ اڑتا
ہے کتنا فرق طوفاں سے ہیں ملتے یہ جہاں دونوں

وہ رازِ کن فکاں ہو یا کہ وجہِ خلق ہو تیری
ذرا کر غور، ہیں تیری ہی ہستی میں نہاں دونوں

14 اکتوبر 2019ء

کیفِ فرقت بڑھا دیا میرا
نام اُس نے بھلا دیا میرا

مجھ سے کی ساز باز ساقی نے
جام اُس کو پلا دیا میرا

ڈوب کر خامشی میں آج اُس نے
ایک نغمہ سنا دیا میرا

یاد آؤں نہ راہ چلتے بھی
سنگِ تربت ہٹا دیا میرا

اُن نے پلکیں اٹھائیں، آنکھوں میں
سب کو چہرہ دکھا دیا میرا

میں تو سمجھا تھا پھول لاؤ گے
تم نے گھر ہی جلا دیا میرا

وعدہ ہائے وصال لاکھ ہوئے
کیوں تماشہ بنا دیا میرا؟

چاندنی رات میں وہ آئے اور
گھر ہی جنت بنا دیا میرا

خونِ عاشق سے آبیاریٔ گل
خاک پر خوں بہا دیا میرا

بس یہی چاہتا تھا شاید میں
نقش اُس نے مٹا دیا میرا

بعد مُدّت کے اُس نے یاد آ کر
آج پھر دل دکھا دیا میرا

آج ناظم فضا مُعَطّر ہے
کمرہ اُس نے سجا دیا میرا

11 جنوری 2020ء

تری تصویر گر میں صاف کاغذ پر بنا دیتا
تو جنت کو نئی جنّت کا اک منظر دکھا دیتا

اگر ناراض میں ہوتا تمھاری بےوفائی پر
کسی نے جو نہیں پائی، تمھیں ایسی سزا دیتا

نہ تھی کچھ آرزو دیدار کی اِس دل کو چاہت میں
وگرنہ آپ ہی چہرے سے وہ پردے ہٹا دیتا

نہ ہوتا گر یہ ناجائز محبّت کی فضاؤں میں
محبّت کے ہر اِک دشمن کے میں خوں کو بہا دیتا

زمانے کی نگاہوں میں نہ میں ہوتا نہ تم ہوتے
مجھے گر تم مٹا دیتے، تمھیں گر میں مٹا دیتا

نہ ہوتا پاس گر مجھ کو محبّت کے اصولوں کا
فقط خط ہی نہیں یادیں بھی تیری میں جلا دیتا

ترا نکہت بھرا پیکر تخیّل میں ہی رہ جاتا
نہ گر اشعار میں اپنے تمھیں ناظؔم جگہ دیتا

حیا کی شمع تو بس ایک پل میں جھلملا جاتی
تری معصوم باتوں پر اگر میں مسکرا دیتا

تھی کیا جرأت زمانے کی تمھاری ہاں اگر ہوتی
اگر یہ بیچ میں آتی تو میں دنیا مٹا دیتا

اُسے آنا ہے ملنے آج گر معلوم یہ ہوتا
میں رہ کو کہکشاؤں کے ستاروں سے سجا دیتا

28 فروری 2020ء

درد کی انتہا دکھا دیجے
جس قدر ہو سکے سزا دیجے

نہ کہا جو لحاظ کے باعث
آج وہ بھی مجھے سنا دیجے

میری آنکھیں نکال لیں ورنہ
پردہ چہرے سے اب ہٹا دیجے

اب میں شکوہ نہیں کروں گا کبھی
ہر قدم پر مجھے دغا دیجے

میری میّت کو چین آ جائے
چار اشک آپ بھی گرا دیجے

دیکھوں، ہے آپ کی جفا کیسی؟
ختم اب مجھ سے کر وفا دیجے

خشک آنکھیں ہیں ایک مدت سے
جس قدر ہو سکے، رلا دیجے

شاعری ہے بہت پسند مجھے
میرے معیار کی سنا دیجے

گر مجھے دیکھنا پسند نہیں
مجھ کو مجمر میں بس جلا دیجے

کہتا ناظؔم ہے صفحہ ہستی سے
میرا نام و نشاں مٹا دیجے

14 ستمبر 2019ء

جرم میرے شاہِ اعظم دیر تک گنتا رہا
کتنی آنکھوں کو کیا نم، دیر تک گنتا رہا

میں اُنھیں بھی اپنے خونِ دل کا حصہ جان کر
پھول پر قطراتِ شبنم دیر تک گنتا رہا

رکھ کے سر زانو پہ میرے چین سے وہ سو گئے
میں پریشاں زلف کے خم دیر تک گنتا رہا

جو شہیدِ راہِ الفت ہو گئے، اُن کی قسم!
پارہ ہائے جسم پرچم دیر تک گنتا رہا

زخم تو دل پر لگے تیری عنایت سے مگر
رکھ کے میں خوشیاں مُقَدَّم دیر تک گنتا رہا

مرگ کے بستر پہ میں تھا، اُس کو رخصت کی طلب
سینے پر رکھ ہاتھ وہ دم دیر تک گنتا رہا

عمر مجھ کو اُس کی لگتی ہے برابر، ہے جواں
یا کہ ہے کچھ بیش یا کم، دیر تک گنتا رہا

عشق، دردِ دل، جدائی، رنج، حسرت، بےبسی
روگ میرے دستِ آدم دیر تک گنتا رہا

کہہ دیا جمشید نے اِس کو پلانی چاہیے
جام میرے بندۂ جم دیر تک گنتا رہا

یاد اُس کی آ گئی ناظمؔ مجھے خلوت میں کل
میں دلِ بےتاب کے غم دیر تک گنتا رہا

20 اکتوبر 2019ء

بنائے عشق پہ آنکھ انتہا کو دیکھتی ہے
مدام زندگی آتی قضا کو دیکھتی ہے

نظر ہماری نہ خیرہ ہو تیرے سامنے کیوں؟
ہر ایک پل نئی جو اک ادا کو دیکھتی ہے

ہے طبع تب مری الفت کی رہ میں گھبراتی
یہ مڑ کے جب بھی کبھی ابتدا کو دیکھتی ہے

متاعِ دنیا کی جانب نظر جو اٹھتی نہیں
یقیں ہے مجھ کو خدا کی رضا کو دیکھتی ہے

حریصِ زندگی کی جاں جب آئے ہونٹوں پر
وہ تب بھی قطرۂ آبِ بقا کو دیکھتی ہے

جو آگ جگنو کے سینے میں ہے جلا کرتی
ہے بجھنے لگتی تو جلتی فضا کو دیکھتی ہے

ضرور ڈوبتے ہیں لوگ وہ سمندر میں
ہمیشہ جن کی نظر نا خدا کو دیکھتی ہے

خفا خفا سی رہا کرتی ہے ہماری نظر
وہ کیوں کہ اب کسی چشمِ خفا کو دیکھتی ہے

عمیق عشق سے واقف ہے سوچ اپنی بھی
ہمیشہ سے جو غمِ بے بہا کو دیکھتی ہے

گناہ کرتے نہ سوچا عذاب ہے ناظمؔ
ہیں ڈرتے کل سے نظر جب سزا کو دیکھتی ہے

13 اگست 2018ء

روشنی میں چاند کی چلتا رہا میں رات بھر
جانے کیا مطلوب تھا؟ بھٹکا رہا میں رات بھر

پر سکوں دل، اضطرابِ یاد اور ٹھنڈی ہوا
ایک دریا کی طرح بہتا رہا میں رات بھر

جانے کس کو تھی ضرورت روشنی کی اے سحر
کس کی خلوت تھی جہاں جلتا رہا میں رات بھر

وادیوں کے بیچ میں اڑتی ہوئی پریوں کا دیس
ایک جنگل کی کتھا سنتا رہا میں رات بھر

جانتا تھا میں سفر کرنا ہے تنہا ہی مجھے
جانے کس کی راہ کو تکتا رہا میں رات بھر

وہ تصور میں مرے در آیا، چہرہ بے حجاب
اور اُس کے سامنے بیٹھا رہا میں رات بھر

مے کا اک دریا تھا میرا منتظر گھر میں مرے
جانے مے خانے میں کیوں الجھا رہا میں رات بھر

پر سکوں دل تھا بہت میرا تَبَسُّم کی قسم
جانے کس کے دل کو تڑپاتا رہا میں رات بھر

جب سحر اٹھا تو کلمہ پڑھ رہا تھا بت کدہ
جانے کیا اصنام سے کہتا رہا میں رات بھر

رات بھر ناظؔم رہا میں جاگ کر بھی بے خبر
جانے کس کے دل کو یاد آتا رہا میں رات بھر

09 دسمبر 2019ء

مَحَبَّت بڑھی درمیاں رفتہ رفتہ
گئی اِس چمن سے خزاں رفتہ رفتہ

تغافل کی عادت نے آخر میں کر دی
فقط زنگ تیغِ رواں رفتہ رفتہ

یہ شمس و قمر، یہ چراغ اور ستارے
ہو جائیں گے مجھ میں نہاں رفتہ رفتہ

نہیں بات سنتا، ابھی ناسمجھ ہے
ہو جائے گا وہ بھی جواں رفتہ رفتہ

یہ سوزش، یہ تکلیفِ دردِ جدائی
ہو جائے گی دل رفتگاں رفتہ رفتہ

نہیں ایک دم اٹھتا پتھر وفا کا
اٹھا لیں گے بارِ گراں رفتہ رفتہ

جو باقی ہیں وہ کم ہیں مانندِ غالب
سخن کے اٹھے رازداں رفتہ رفتہ

تَعَطُّل میں الجھی رہی ایک عرصہ
چلی بات پھر درمیاں رفتہ رفتہ

رہی وقت تک ایک بادل، حقیقت؟
ستارے بنی کہکشاں رفتہ رفتہ

پتہ چلتا ہے ناظم آبِ رواں سے
مٹے گا سبھی کا نشاں رفتہ رفتہ

14 ستمبر 2019ء

اپنے وعدے نبھا رہا ہوں میں
زہر خود کو پلا رہا ہوں میں

آپ کی یاد آ رہی ہے مجھے
اِس لیے مسکرا رہا ہوں میں

جس کے ملنے کی کچھ نہیں اُمّید
اُس کو دل میں بسا رہا ہوں میں

اپنے ماضی کو کرنا ہے معدوم
جو نشاں تھے، مٹا رہا ہوں میں

داغ سینے کے دیکھ لیجے اب
کھول بندِ قبا رہا ہوں میں

سب کی سب آپ کو مبارک ہو
چھوڑے دنیا کو جا رہا ہوں میں

آپ تھوڑی خیال رکھتے ہیں
کیا شکایت؟ ستا رہا ہوں میں

دھوکے ماضی میں کھائے ہیں، تم کو
اِس لیے آزما رہا ہوں میں

سب نے کل تک مجھے رلایا تھا
آج سب کو رلا رہا ہوں میں

ملتا ناظؔم نہیں کسی سے میں
راز ہیں کچھ، چھپا رہا ہوں میں

22 ستمبر 2019ء

زمانے سے میں بیگانہ رہوں گا
ہمیشہ تیرا دیوانہ رہوں گا

نبھاؤں گا مَحَبَّت ہر طرح میں
بنو گر شمع، پروانہ رہوں گا

سو مجھ سے وعدہ کر کے بھولنا مت
تری رہ میں بتابانہ رہوں گا

اگر عشاق کی قبروں سے گزرا
سدا جلتا چراغانہ رہوں گا

ہے آزادی مرے جینے کا مطلب
بھلا میں کیوں غلامانہ رہوں گا

ولی ہوں بادہ خواروں کی نظر میں
وہاں بیٹھا حکیمانہ رہوں گا

بھلا ہے لوگو درویشوں کا خرقہ
صدا دیتا فقیرانہ رہوں گا

مرے دشمن اگر پنگا نہ لیں گے
نگر میں اب شریفانہ رہوں گا

نظر سے ہوں گے جو زخمی میں اُن کو
دوا دیتا طبیبانہ رہوں گا

ہے ناظؔم سننے کی حسرت یہ اُن سے
نظر کرتا کریمانہ رہوں گا

28 نومبر 2019ء

خلوت میں مشعل اک جل رہی ہے
کیا واقعی میں یہ زندگی ہے؟

میری غلط سوچ ہی ہے یہ شاید
دنیا میں تیری ہی روشنی ہے

جانیں ہیں اِتنا تم ہو مسیحا
ہم کو خبر کیا کیا یے بسی ہے

آباد کرنے کی ہے گزارش
اب دل کی نگری ویراں پڑی ہے

میں آج آؤں گا یا نہیں وہ
میری ہی راہوں کو دیکھتی ہے

میری تمنا تیری جوانی
خواہش تری بھی کیا عاشقی ہے؟

رسمی سے ملنے پر بھی وہ خوش ہے
اُس کی مَحَبَّت بھی دیدنی ہے

وہ چلتے چلتے شاید گئی تھک
سینے پہ سر رکھ کر سو رہی ہے

ہے پیار اُس کو مجھ سے زیادہ
میری وفا اُس کی آرسی ہے

ناظم پھنسا ہے چکر میں اُس کے
یہ بات تو میں نے بھی سنی ہے

23 دسمبر 2019ء

قربِ جاناں کی طلب دل سے نہ زنہار گئی
نہ ترے ملنے سے یہ زندگی بے کار گئی

میں تڑپتا رہا ہجران کی شب غم میں ترے
صبح تک روح مری تن سے ہو بے زار گئی

حالِ دل ہم نے نہ کہنے کی تمھیں سوچی تھی
آہِ دل گوش تلک بس ترے ناچار گئی

میری کوئی دعا مقبول نہیں ہو پائی
گرچہ آکاش تلک دل سے بہت بار گئی

زندگی بھر کبھی یہ دل نہ لگا پھولوں میں
میری تربت میں مَحَبَّت بھی لے کر خار گئی

ہم تو مر جائیں گے زندہ رہیں گے اور اگر
سانس جو آئی نہ آنے کی طلب گار گئی

اُس نے چھوڑا ہے مجھے دین کا نے دنیا کا
جب سے اُس بت سے مری آنکھ ہو دوچار گئی

قصر و دربار جھکے رب کی عطا کے در پر
آج کیوں نظرِ گدا جانبِ دربار گئی

حیف ہو سکتا نہیں کچھ بھی ہمیں جب حاصل
تب ہو ثابت ہے حیات اپنی خطا وار گئی

اپنی میّت پہ بھی پایا نہ تمھیں ناظَم نے
تھی یہی آخری اُمّید جو بے کار گئی

17 نومبر 2017ء

کبھی لفظوں کے پردے سے نکل کر سامنے آ جا
ہمارا مسئلہ: فرقت کو حل کر، سامنے آ جا

ہمارے دل کو بھی گو چین اب ملتا نہیں لیکن
دلِ محبوب! تھوڑا سا مچل کر سامنے آ جا

میں برسوں کا سفر طے کر کے آیا ہوں ترے در پر
مرے پتھر صنم! تو بھی پگھل کر سامنے آ جا

تری باتوں میں، قسموں میں نہ وعدوں میں صداقت ہے
مرے اِس بار ہی دلبر سنبھل کر سامنے آ جا

ترے سینے پہ سر رکھ کر نہ آئی موت گر مجھ کو
تو خاکِ قبر ہی سینے سے مل کر سامنے آ جا

مرے جذبات کی جِدّت کہیں دھیمی نہ پڑ جائے
چراغِ رہ گزرا! تو بجھ نہ، جل کر سامنے آ جا

شبِ ہجراں نہ گزرے کی کسی قیمت، کسی صورت
نقوشِ یار میں، اے چاند! ڈھل کر سامنے آ جا

اگر اِس زندگی میں وہ ہمارے ہو نہیں سکتے
ذرا تاخیر مت تو اے اجل کر، سامنے آ جا

وہاں دریائے خوں جاری ہے، اے شیریں! کہاں ہے تو؟
ذرا جلدی سے دیدارِ جبل کر، سامنے آ جا

مَحبّت کتنی ہے ناظم کو تم سے، تم نہ سمجھو گے
مرے جذبات کے پھولوں پہ چل کر سامنے آ جا

08 نومبر 2018ء

فلک پر نہیں چمکا کوئی ستارا
نہیں شب گزاری کا کوئی سہارا

ہے توہیں ہماری اٹھانا نظر بھی
وگرنہ ہے دنیا میں سب کچھ ہمارا

حقیقت سے اپنی یاں کم آشنا ہیں
وگرنہ ہے دنیا فقط اک اشارہ

رضا ہو تری تو ترے نام کر دوں؟
میں سب شاہئ شام و روم و بخارا

تری عقل کی انتہا تیری حیرت
نہیں عشق کا کوئی لیکن کنارہ

اِس آتش نے پل میں کیا خاک جس کو
گیا قرنوں میں تھا چمن وہ سنوارا

سکھا دی تجھے تیری فطرت نے بازی
ہو کہنے لگے تم تمھارا ہمارا

ہے رندوں کا دشمن، یہ سب جانتے ہیں
نہیں شیخ کا بھی بن اُن کے گزارا

جواں تھا، قوی تھا، وہ شیرِ خدا تھا
کہ جس نے تھا خیبر کیا پارہ پارہ

ہے نام اُس کا زندہ، مقام اُس کا عالی
"نہ گورِ سکندر، نہ ہے قبرِ دارا"

13 نومبر 2019ء

میری بھی فریاد سن اے حسنِ بےپروا کبھی
کر مری نظروں پہ بےپردہ رُخِ زیبا کبھی

کی بہت کوشش مھوّس نے کہیں زر مل سکے
گو گزر عمریں گئیں، ہو نہ سکا ایسا کبھی

میری شہرت کیوں اڑاتی پھرتی ہو بادِ صبا
خاک کو پہنچا دو میری تا لبِ دریا کبھی

چل رہا ہوں جانے میں کس راہِ پرآفات پر
کوئی رستہ اِتنا پرآفات نہ دیکھا کبھی

ہم سفر جب تک نہ منزل اپنی ہم کو جائے مل
چاہیے ہم کو نہیں اِس راہ میں سونا کبھی

وجہ پہلی عشق ہونے کی ظہورِ حسن ہے
شمع نہ ہو تو نہیں جل سکتا پروانہ کبھی

جانے کیا غم اُس کے دل کو لگ گیا، رویا بہت
اِس سے پہلے یوں لپٹ کر مجھ سے نہ رویا کبھی

شیفتہ ہے، تفتہ ہے سب کچھ ہی ہے ناظؔم مگر
کیا حقیقی اور مجازی آپ نے سمجھا کبھی؟

28 جولائی 2019ء

مجھے الفت کی میری انتہا کچھ اور کہتی ہے
حیا پرور نگاہوں کی حیا کچھ اور کہتی ہے

زباں سے ہیں اگرچہ وہ مری الفت کے انکاری
مگر ترچھی نگاہوں کی ادا کچھ اور کہتی ہے

اگرچہ عہد بیتا بادہ خواری سے کیے توبہ
مجھے لیکن یہ رم جھم کی فضا کچھ اور کہتی ہے

تری الفت کے رستے میں ہے مٹنا آخری خواہش
نہیں کہہ سکتا حسرت میری کیا کچھ اور کہتی ہے

حیا کہتی ہے پردہ رکھ، وفا کہتی ہے دیکھ اُن کو
حیا کچھ اور کہتی ہے، وفا کچھ اور کہتی ہے

قسم سے کیا مجھے حاصل ہو ترکِ بادہ خواری کی
نکلتی دل سے تو میرے صدا کچھ اور کہتی ہے

میں اِس امّید پر آیا تھا ہو جائے گی دید اُن کی
مگر کوچۂ دلبر کی ہوا کچھ اور کہتی ہے

ترا عاشق نہیں بالکل تری قربت کا متلاشی
طلب میری اے میرے دلربا کچھ اور کہتی ہے

یہاں تلوار رکتی ہے مگر گردن مچلتی ہے
سزا کچھ اور کہتی ہے، خطا کچھ اور کہتی ہے

کہیں گے بوالہوس ناظم کو اُس صورت کا پروانہ
مری الفت قرابت سے وریٰ کچھ اور کہتی ہے

15 نومبر 2019ء

دل کو اپنے اداس کر بیٹھا
میں وفاؤں کا پاس کر بیٹھا

مدّتوں بعد امید آئی تھی
دل کو پھر محوِ یاس کر بیٹھا

بےوفاؤں کی بےلباسی کو
میں وفا کا لباس کر بیٹھا

جس سے بیگانہ رہنا تھا مجھ کو
اُس کو اپنا شناس کر بیٹھا

اُن کے آنے سے پہلے ہی خود کو
اُن کا میں پرسپاس کر بیٹھا

آج میں کرّۂ سیارت کا
پار مانع رداس کر بیٹھا

دیکھ کر جس کو پیاس بجھتی تھی
اُس کو ہی اپنی پیاس کر بیٹھا

آج ہو جانا چاہیے تھا غرق
کیوں میں دیدارِ ماس کر بیٹھا

دشت سیراب کر نہیں پایا
خشک نہرِ بیاس کر بیٹھا

وہ حسیں تھا بہت پہ جانے کیوں
حور ناظم قیاس کر بیٹھا

30 جولائی 2019ء

مرے بھی دل کی طرف اِک نگاہ کر جاؤ
خدارا زندگی میں اک گناہ کر جاؤ

سفید چاند بھی رخ بےحجاب ہے تیرا
او پردہ دارا! اُسے بھی سیاہ کر جاؤ

میں بےوفا ہوں، وفادار مت سمجھ لینا
ہے اچّھا یہ ہی کہ تبدیل راہ کر جاؤ

ہو ماہتاب شبِ تار کے جو تم دلبر
مری نظر کو بھی انجم سپاہ کر جاؤ

لگا کے آگ مرے دل کے گلستانوں میں
رہیں نہ سبز، بے آب و گیاہ کر جاؤ

ترے نگر میں اجازت نہیں جو رہنے کی
چلا میں جاؤں گا، بس انتباہ کر جاؤ

مسلماں ہونے کو وہ خود کہیں گے الا اللّٰہ
بتوں کے بیچ ذرا لا الٰہ کر جاؤ

ترا ہی زانو رہے ہجر میں مرا تکیہ
مَحَبَّت اتنی صنم بےپناہ کر جاؤ

تری نظر سے پیوں مے کدے میں بھی صہبا
شراب خانے کو تم جلوہ گاہ کر جاؤ

نواز گر نہیں سکتے مجھے مَحَبَّت سے
جو میرے پاس ہے وہ بھی تباہ کر جاؤ

21 فروری 2020ء

تم درونِ خاک آنکھوں کو مری وا کر گئے
اور مزارِ خاک کی حرمت کو رسوا کر گئے

ابرِ باراں تو برس سکتا تھا صحرا پر کہیں
ابر زندہ دل میں پھر مے کی تمنّا کر گئے

جس کو دھونے کے لیے کافی سمندر بھی نہیں
اپنے دامن میں ہم ایسا داغ پیدا کر گئے

میں مچلتا ہوں تری قربت کو پانے کے لیے
اِک نظر میں جانِ جاں تم کیا یہ ایسا کر گئے؟

ہو سکا ہم سے نہ کچھ اِس کے سوا آہ و فغاں
ہر سحر ہم تیرے کوچے میں تماشہ کر گئے

مجھ کو محفل میں بلایا اور نہ دیکھا اک نظر
یوں لگا کل تم مجھے محفل میں تنہا کر گئے

میں نے مانا ہو سکا الفت میں نہ مجھ سے کمال
یہ بتاؤ مجھ کو بےبس کر کے تم کیا کر گئے؟

عشق کے جذبات کا میں اتنا متوالا نہ تھا
جانے تم کس طرح میرے ساتھ ایسا کر گئے

دنیا میں مشہور بےپروا کے جو ہیں لقب سے
کچھ سمجھ آتا نہیں کس شے کی پروا کر گئے

اب فروغِ حسن کی چاہت مرے دل میں نہیں
کچھ سخن پارے مرے دل کو ہویدا کر گئے

27 اگست 2019ء

گرچہ تو مری یاد کا حل کر نہیں سکتا
میں تم سے شکایت بہ غزل کر نہیں سکتا

ہیں دیکھ چکی حسن ترا جن کی نگاہیں
مائل کبھی بھی اُن کو کنول کر نہیں سکتا

جو حال مرا کر دیا تیری نظر نے
وہ تیری قسم! ملکِ اجل کر نہیں سکتا

پروانوں کے سو سال کے جلنے کو ملا لے
واپس تو مرا ایک بھی پل کر نہیں سکتا

مستی میں وہ اپنی مرے تو بات الگ ہے
کم جذبۂ فرہاد جبل کر نہیں سکتا

سورج نہیں چمکے گا رُخِ یار کے آگے
جو کام قمر کا ہے زحل کر نہیں سکتا

بےسود ہے یہ شیخ کی سب ہرزہ سرائی
ایمان میں میں رد و بدل کر نہیں سکتا

تشنہ ہے مرا دل ترے دیدار کا اتنا
سیراب مجھے جمنا کا جل کر نہیں سکتا

اف! عشق کی آتش میں بہت جل رہا ہے دل
کچھ کام، یہ گر جائے گا جل، کر نہیں سکتا

میں جل رہا ہوں عشق کی اِس آگ میں ناظَم
زلفوں کا مگر سایہ وہ پل کر نہیں سکتا

15 اپریل 2017ء

جو مرے دل کو آباد کرتے رہے
پیدا وہ روز افتاد کرتے رہے

اک مسیحا کے ملنے کی رب سے ندیم
ہم ہمیشہ ہی فریاد کرتے رہے

حال بلبل کا دیکھا کسی نے نہیں
باغ صیّاد برباد کرتے رہے

اُس کی یادوں کی دنیا کے اجڑے چمن
دل کے خوں سے ہم آباد کرتے رہے

درد مندی کو سہنا مُقدّر میں تھا
سب کو ہم اپنے بن شاد کرتے رہے

مذہبِ عشق کی پیروی کے لیے
آپ مومن ہی الحاد کرتے رہے

رات کعبے میں کاٹی تو کچھ اِس طرح
ایک بت کو ہی ہم یاد کرتے رہے

19 فروری 2017ء

تجھ سے ملنے کی ہوش کس کو ہے؟
دیکھ کر تو خموش کس کو ہے؟

یاں جفا کا اگر نشان نہیں
پھر تو دیتا یہ دوش کس کو ہے؟

درس شرم و حیا کا تو دیتا
اب اے عصمت فروش کس کو ہے؟

زندگی کس کو آج چھوڑے گی؟
زہر کروانا نوش کس کو ہے؟

زالِ دنیا سنبھال تو خود کو
تو دکھاتا یہ جوش کس کو ہے؟

تو یہ آج اپنی نرم کوشی سے
کہہ رہا سخت کوش کس کو ہے؟

بات کرنے کا وقت ہے میرے
سن رہا تیرا گوش کس کو ہے؟

مجھ سے ہو مانگتے پتہ میرا
دیتا خانہ بدوش کس کو ہے؟

آبلہ پائی میری خواہش ہے
دے رہا تو پا پوش کس کو ہے؟

پوچھا ناظم نے یہ کہ الفت میں
کام دیتا خروش کس کو ہے؟

16 جولائی 2019ء

مُصَوِّر ہوں سو اپنے یار کی تصویر کھینچوں گا
نشانہ اب لگا کر اُس کے دل کا تیر کھینچوں گا

کھنچا آئے گا تو بھی سن کے جو کہتا ہوں میں ظالم
میں دل کے شہر سے وہ آہِ پر تاثیر کھینچوں گا

تمھیں مجھ سے ہے گر مطلب، کہو خاموش کیوں ہو تم؟
رہے خاموش تو میں پاؤں کی زنجیر کھینچوں گا

ملاقاتوں کی حسرت دل میں ہے، یا شیخ، کچھ کیجے
میں اِس بار آیا ہوں، لازم کوئی تدبیر کھینچوں گا

چھپا پھرتا ہے وہ مجھ سے، کہاں پر چھپ گیا بزدل
عدو کو تو گلے میں ڈال کر زنجیر کھینچوں گا

محبّت کی یہ کڑیاں توڑ نہ پاؤ گے تم ایسے
کہو پہلے، میں اپنی بعد میں تقریر کھینچوں گا

الگ تم کیسے ہو پاؤ گے بتلاؤ مجھے پہلے
میں خود الفت کی قسمت کا خطِ تقدیر کھینچوں گا

جلاتے ہیں وہ خط میرے، جلائیں گے، مگر کیسے؟
بہت دلچسپ ہے، پتھر پہ اب تحریر کھینچوں گا

اتر جائیں گے چہرے سب رقیبوں کے سرِ مقتل
میں باہر نیام سے مقتل میں جب شمشیر کھینچوں گا

28 ستمبر 2019ء

کس سے اپنا غم کہیں حاجت روا کوئی نہیں
مشکلیں تو لاکھ ہیں، مشکل کشا کوئی نہیں

شان و شوکت آج کی دیکھو تو ہے دھوکہ دہی
قمقمے دیوار پر، گھر میں دیا کوئی نہیں

اک سمندر ہے وفا، مانا کہ کوئی حد نہیں
پر جفاکاری کی بھی تو انتہا کوئی نہیں

کب تلک اہلِ خرد نازاں رہیں گے عشق پر
یہ وہ بیماری ہے کہ جس کی دوا کوئی نہیں

زندگی کی راہ ہے، آوارگی ہے اور شب
میں چلا جاتا ہوں لیکن مدعا کوئی نہیں

چاہے تم جتنا کرو، یہ عشق ہے اِس کے لیے
ابتدا کوئی نہیں ہے، انتہا کوئی نہیں

چونک اٹھا یک لخت یہ آواز سن کر میں وفا
ہے خطا ایسی کہ یاں جس کی سزا کوئی نہیں

زندگی کا کیا بھروسا، غرق گردابوں میں ہے
یہ وہ کشتی ہے کہ جس کا ناخدا کوئی نہیں

دیکھ ڈالی ہے یہ دنیا، ہے تہی ایمان سے
کچھ ہیں، ورنہ سینے میں کرنِ ضیا کوئی نہیں

ناظؔم اِس دنیا کی غفلت کی یہی ہے انتہا
سامنے منزل ہے لیکن رہنما کوئی نہیں

25 نومبر 2019ء

فقط دیدار پر اتنی سزا کوئی نہیں دیتا
چرخ دشمن ہو تو دل سے دعا کوئی نہیں دیتا

زباں سے کہنے کی حد تک جاں سب قربان کرتے ہیں
مگر ذرہ برابر باخدا کوئی نہیں دیتا

ہزاروں ایسے ہیں جو زہد کا بس نام لیتے ہیں
دکھا کیوں عملِ تسلیم و رضا کوئی نہیں دیتا

اگر ہے مانگنا تو مانگ اُس خالق و مالک سے
بغیر اُس کی اجازت اے گدا، کوئی نہیں دیتا

تو شہرِ عشق میں پھرتا ہے رکھے دل ہتھیلی پر
سنبھال اب ہی اِسے، جب لٹ گیا، کوئی نہیں دیتا

محبّت کر لی تو کوئی خطا نہ بھول کر بھی ہو
وفا کے جرم سے بڑھ کر سزا کوئی نہیں دیتا

مہوّس ہے ہر اک ناظر، زمانہ ذئبِ اکبر ہے
جو ڈھل جائے تو پھر سر پر ردا کوئی نہیں دیتا

اُنھیں کا رخ ہی پھیلاتا ہے جگ میں روشنی ہر سو
بن اُن کے ساری دنیا کو ضیاء کوئی نہیں دیتا

وہ روٹھے تو منانے نہ گیا کوئی اُنھیں ہم سے
ہیں اب ہم روٹھے تو رہنے خفا کوئی نہیں دیتا

بڑا ساتھی دغا بازوں میں اپنا نفس ہے ناظَم
کہ اِس کی طرح دنیا میں دغا کوئی نہیں دیتا

03 جولائی 2019ء

حیاتِ چار دن! اچھی وفا کی
کہاں لا کر ہماری انتہا کی!

کبھی غم سے رہا ہم ہو نہ پائے
کہ الفت نہ کبھی دل سے جدا کی

کروں شکوہ گر اب تو کس بنا پر؟
توجہ پہلے تم نے کب عطا کی؟

جگر کے خون سے کر کے طہارت
نمازِ شوق ہم نے صبح ادا کی

نہ آئی موت تم سے دور جا کر
یہ تو ظاہر ہے مرضی ہے قضا کی

تمھاری یاد میں خود کو بھلا کر
میں نے الفت کی تم سے ابتدا کی

کی تم نے جتنی لاپروائی مجھ سے
میں نے اتنی مَحَبَّت بےبہا کی

حیات و موت کی اب کشمکش میں
لڑائی لڑتا ہوں اپنی بقا کی

میں ہو جاؤں گا اچّھا دیکھ اُن کی
ضرورت کچھ نہیں مجھ کو دوا کی

چلے جب ہم ترے کوچے کی جانب
ترا دیدار ہونے کی دعا کی

کسی کی موت پر تم نے نہ آ کر
یقیں جانو! ستم کی انتہا کی

چھلک پڑتے ہیں اِن آنکھوں سے آنسو
ہے آتی یاد جب اُس پر جفا کی

تری الفت کی اِن راہوں میں ہم نے
بچی تھی جان سو وہ بھی فدا کی

ہمیں ہجراں کے غم کے ساتھ تم نے
ملاقاتوں کی دولت بھی عطا کی

بہت میں نے کی جویائی، نہ پائی
بھری دنیا میں الفت کی فضا کی

ترے ہاتھوں پہ یہ سرخی ہے کیسی؟
مرا خوں ہے یا لالی ہے حنا کی؟

ترے بن بزم میں رونق ہو کیسے؟
تڑپ نے شمعِ محفل بھی خفا کی

غمِ ہجراں نے تیرے ظلم ڈھایا
ہر آتی سانس بھی ظالم! سزا کی

ہے دل پہ طاری محشر سی اداسی
قیامت یاد نے ایسی بپا کی

ترے پیغام لے کر آ رہی ہیں
ہیں لہریں جتنی بھی بادِ صبا کی

نہیں تم ملتے ناظم سے تو سچ ہے
نہ اِس ملنے میں ہے حکمت خدا کی

15 ستمبر 2018ء

جا رہا ہوں آج شب کوچۂ دلبر کی طرف
پیاس لے کر جا رہی ہے مجھ کو ساغر کی طرف

میں تھکا ہارا ہوا پردیس کی دھرتی کا ہوں
جا رہا ہوں ہو کے خوش آج اپنے میں گھر کی طرف

میں نے پوچھا کیا نشانی چاہو گے تم پیار کی؟
مسکراہٹ سے اشارہ کر دیا سر کی طرف

ہے نظر اصنام کی فتنوں کا باعث، شر کی جا
تم بچو جتنا بھی لے جائے گی وہ شر کی طرف

فطرتِ انسان بھی اِک طرفہ شے واقع ہوئی
ہے تَعَیُّش کی طلب، مائل ہے یہ زر کی طرف

جانتا ہوں مشکلیں تیری ملاقاتوں کی میں
دل لیے جاتا ہے مجھ کو پھر ترے در کی طرف

کیوں ڈراتے ہو مجھے اِس راہِ پر آفات سے
دے دلا کر دل مرا جاتا نہیں ڈر کی طرف

ایک روشن چہرہ اب مجھ کو نظر آتا ہے دل
آسمانِ شب پہ جب جاتا ہوں باہر کی طرف

میری جانب سے تمھاری قربتوں کو الوداع
اب مسافر ہو کے میں جاتا ہوں محشر کی طرف

تھام اپنے اشک ناظؔم، اُن کو یوں بےگھر نہ کر
لوٹ کر آتے نہیں یہ آنسو پھر گھر کی طرف

12 اکتوبر 2019ء

دل کو مرے جلا گئی اُس پر جفا کی یاد
اور درد کو بڑھا گئی اُس بے وفا کی یاد

تیری وفاؤں کی سبھی ہیں مہربانیاں
اب مجھ کو آتی ہے سدا تیری ادا کی یاد

دنیا مری میں چھا گئی الفت کی روشنی
آئی جو بھول کر کبھی اُس دلربا کی یاد

آباد دشت ہو گئے مجنوں کے عشق سے
آتی ہے جس کی دید سے روزِ جزا کی یاد

پیمان کس سے کیا کیا تھا، کچھ نہیں ہے یاد
کچھ یاد ہے مجھے تو ہے عہدِ وفا کی یاد

صرفِ گناہ عمرِ رواں ہو گئی مری
مُدّت کے بعد آئی ہے مجھ کو خدا کی یاد

مت پوچھ لے کے آتی ہے کیا کیا قیامتیں
ہجراں کی شب کو اُس مرے مہرِ لقا کی یاد

بے چین ہوتی جا رہی ہے ساری کائنات
اللہ ﷻ! دل کو آ گئی کس دل ربا کی یاد؟

وہ رخ نگاہ نے مری دیکھا تھا ایک پل
پر جاں نکالتی ہے وہ قاتل ادا کی یاد

ناظمؔ، شراب خانۂ ہستی ہے یاد کیا؟
ہے زہر دل کے واسطے شہرِ فنا کی یاد

19 نومبر 2019ء

اُس حسن کا تَصَوُّر اپنی مجال کیا ہے
جو چاند سے ہو پیارا اُس کی مثال کیا ہے

ساکت رہے تھے دن بھر جب دیکھا تم نے اُن کو
ہے حسن اُن کا ایسا اِس میں کمال کیا ہے؟

دنیا سے خوبصورت رب نے بنایا اُن کو
دیکھو تو اُن کو جانو حسن و جمال کیا ہے

مدہوش لگ رہے ہو، مستی میں دِکھ رہے ہو
روکا تھا میں نے تم کو، اب بولو حال کیا ہے؟

مشکل سے رکھ رہا تھا دل کو سنبھال کر میں
گویا ہوئے وہ مجھ سے "اِس کو نکال، کیا ہے؟"

میں منتظر کھڑا تھا مُدَّت سے اُن کے در پر
بے شکر اُن نے پوچھا "تیرا سوال کیا ہے؟"

موجود بزم میں ہوں اپنی اگر وہ ہم دم
پھر اُن کو دیکھنے میں واں اِتِّصال کیا ہے؟

میں نے کہا یہ اُن سے ہے "آپ سے مَحَبَّت
کر آپ بھی بیاں دیں اپنا خیال کیا ہے؟"

ہے رات میرے ہم دم زلفوں کا اُن کی سایہ
گر وہ چلیں مقابل حوروں کی چال کیا ہے!

دید اُن کی ہو مُیَسَّر آنکھیں بھی ہوں سلامت
پھر کون دیکھے ناظؔم یاں ماہ و سال کیا ہے؟

17 اکتوبر 2016ء

جوابِ زخمِ دل سن کر جگر کو رشک کیوں آیا؟
کہ جذبہ دل کا لفظوں کے لیے بن کر جنوں آیا

نہ آیا خواب تک میں وہ، کبھی آیا حقیقت میں
نہ آیا تو نہ یوں آیا، اگر آیا تو یوں آیا

کی طاری جب بھی بےچینی، تری یادوں نے طاری کی
ہوا ایسا بھی مجھ کو تیری یادوں سے سکوں آیا

غلط کہتے ہو تم سب یہ، غمِ جاناں یوں کم ہو گا
میں نے دیکھا ہے یہ غم ہر طرح ہو کر فزوں آیا

ہو تم کیا پوچھتے ہجراں کا غم کیسے رلاتا ہے
کبھی ٹکڑے بہے دل کے، کبھی آنکھوں سے خوں آیا

بہت کوشش میں کرتا ہوں کہ وہ آئے مجھے ملنے
مگر اب تک تو بےشک وہ نہ یوں آیا نہ ووں آیا

وہ مجھ سے پوچھتے تو کہتا اُن سے ہو نہ ہو الفت
وہ بن پوچھے ہی آنکھوں سے مرے دل کے دروں آیا

نہ آنے کے بہانے گرچہ اُس نے کر لیے ستر
مرے دل میں بلانے کے لیے پھر بھی فسوں آیا

وہ جانے کتنا ظالم ہے، یہ اُس کے دل کی حالت ہے
اُسے میری محبت پر یقیں بعد از قروں آیا

تری محفل میں ناظم اِس لیے آتا نہیں ہم دم
نظر جس دن تم آئے اُس دن اُس کو کب سکوں آیا

12 جولائی 2019ء

سامنے میرے تمھیں سر پر ردا کیوں چاہیے؟
مجھ سے یوں بےگانگی کی انتہا کیوں چاہیے؟

چاند سے چہرے کو کچھ حاجت بناوٹ کی نہیں
جو خطِ تقدیر ہے، اُس کو دعا کریں چاہیے؟

میں تو بس بیمار ہوں اُس کے نظارے کا طبیب
ہوں فدا اُس شکل پر، مجھ کو دوا کیوں چاہیے؟

ہو اگر پرسش جمال و حسن سے "باپردگی"
وہ کہیں گے ہم سے سورج کو حیا کیوں چاہیے؟

تم قرابت کی حقیقت کو سمجھتے ہو حبیب
تم کو پھر بھی یار کا قرب و رضا کیوں چاہیے؟

پاک دامن آپ کو ملتے نہیں کیوں آپ سے؟
دل میں رکھنے کے لیے یہ پرخطا کیوں چاہیے؟

تا لبِ منزل تھی تم کو تو خبر اِس راہ کی
تم کو جانے کے لیے پھر رہنما کیوں چاہیے؟

جھنجھلا کر وہ لگے کہنے مرے اصرار پر
تم کو آخر میرے ہاتھوں سے قضا کیوں چاہیے؟

جب کہا ناظؔم نے پھر سے ہو ستم، کہنے لگے
جب ہو دل میں بس چکے تو اب سزا کیوں چاہیے

12 اکتوبر 2019ء

آنکھوں کے راستے سے وہ دل میں اتر گئے
آئے وہ میرے دل میں، زمانے گزر گئے

آئے وہ سامنے تو نہ پہچان میں سکا
ہم محوِ یار ہونے کی حد سے گزر گئے

اُن کا جواب ایک ہی ہے، "بھول جاؤ عشق"
گرچہ ہزار بار وہاں نامہ بر گئے

پہلے کہا کہ رند ہیں ایندھن جہیم کا
اک پل میں واعظ اپنے ہی خطبے سے ڈر گئے

حوروں کو اتنا حسن بھلا کب نصیب تھا
صدقہ ترا ملا اُنھیں، چہرے نکھر گئے

اُس کی گلی سے دور رہیں گے اے میرے دل
گر بھول کر بھی ہم کبھی اُس کے نگر گئے

اب کے شراب خوار مسیحا کے بن رہیں
ساقی حضور مرکزِ ہر خیر و شر گئے

تیرے نگر کی بھی ہوا کھائی تھی چار دن
جانے کہاں سے آئے تھے ہم اور کدھر گئے

پہلا قصور حسن کی جلوہ نمائی تھا
ہم حسن کی خطاؤں کے مجرم ٹھہر گئے

ناظؔم گناہ گار تھے تو نیک نام تھے
بدنام ہونے کے لیے کتنے سنور گئے

14 جنوری 2020ء

تم یہ کہتے ہو کہ طرزِ عاشقاں مٹ جائے گا
میں یہ کہتا ہوں ترا نام و نشاں مٹ جائے گا

تو مری شمشیر سے واقف نہیں، مت کر غرور
تیرا دل کیا ضرب سے یہ آسماں مٹ جائے گا

پاس آنے سے بہت نقصان ہو گا عشق کو
جو تَعَلُّق ہے ہمارے درمیاں، مٹ جائے گا

راز میرے دل میں ہیں ایسے کہ بس کیا پوچھیے
میں بتاؤں گا جسے بھی رازداں، مٹ جائے گا

نام مت غلطی سے بھی لینا مرا دشمن ہے کون
وہ جو ہونٹوں سے ترے ہو گا عیاں، مٹ جائے گا

خوب لگتا ہے یہ سننے میں، مگر یہ جھوٹ ہے
تم اگر آ جاؤ تو عہدِ خزاں مٹ جائے گا

رہنما تم اور چن لو، مشورہ دے دوں گا میں
میں اگر رہبر بنوں گا، کارواں مٹ جائے گا

امتحاں تیری مَحَبَّت کے ہیں باقی اور بھی
تم غلط سمجھے کہ اِس پر امتحاں مٹ جائے گا

نیند سے آنکھیں مری محروم برسوں تک رہیں
میں سمجھتا تھا کہ یوں خوابِ گراں مٹ جائے گا

اِس لیے ناظؔم مسیحا کو بھی بلواتا نہیں
جو کوئی بھی ہو گا اُس پر مہرباں، مٹ جائے گا

02 فروری 2020ء

بہت تنہائی اب مجھ کو بری محسوس ہوتی ہے
بہارِ قربِ جاناں کی کمی محسوس ہوتی ہے

میں جب ہوں دیکھتا جلتی ہوئی مشعل کو اے پیارے
مجھے اِس راہ میں تیری کمی محسوس ہوتی ہے

نہیں لذت گناہوں میں، شرابوں میں، شبابوں میں
کہ اب ہاتھوں سے جاتی زندگی محسوس ہوتی ہے

وفا میں ظلم کا دل میرا خوگر ہو چکا اتنا
کہ جب جلتا ہے پروانہ، خوشی محسوس ہوتی ہے

رہا ہوں دیر تک تیری محبت کی سلاخوں میں
اب آزادی میں مجھ کو بے بسی محسوس ہوتی ہے

تَنَفُّس جاری ہے ہم دم، وگرنہ مر چکا ہوں میں
یہ دنیا اب مجھے تو راکھ سی محسوس ہوتی ہے

ہیں زنجیریں بندھی، بچے ہیں مجھ کو مارتے پتھر
اے میرے عشق! یہ اُس کی گلی محسوس ہوتی ہے

تھکاوٹ توڑتی ہے جسم، دل کہتا ہے چل آگے
وہ مجھ کو دور کوئی روشنی محسوس ہوتی ہے

میں رکھنے کو قدم ہوں عشق کی اُس پاک منزل پر
جہاں پر جوئے شیر اِک دل لگی محسوس ہوتی ہے

جوانی کی وہ باتیں یاد آ جاتی ہیں جب مجھ کو
کچھ اپنے آپ سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے

وہاں ہوں میں جہاں ہے ساری دنیا میرے قدموں میں
مگر مجھ کو بہت اپنی کمی محسوس ہوتی ہے

میں اپنے ہی دھڑکتے دل کی دھڑکن سن نہیں سکتا
مجھے اِس شب میں اتنی خامشی محسوس ہوتی ہے

یقیں اپنی نظر پر آ نہیں سکتا کہ وہ صورت
مجھے انساں نہیں لگتی، پری محسوس ہوتی ہے

یقیناً اُس کے چہرے سے وہ پردہ ہٹ گیا ہو گا
مجھے کوچے میں اُس کے چاندنی محسوس ہوتی ہے

وفا کا راستہ جان اِتنا مت آسان اے ناداں
یہاں پر ہر کلی اِک خار سی محسوس ہوتی ہے

وفا کے فلسفے کا وہ سمندر دل میں ہے میرے
جہاں پر خوش نمائی اِک ندی محسوس ہوتی ہے

میں اُس رستے پہ تیرے واسطے چلتا رہا برسوں
جہاں رکھنا قدم شیشہ گری محسوس ہوتی ہے

یقیناً اِس زمیں پر لاکھوں عاشق خوں ہوئے ہوں گے
مجھے اِس خاک میں گہری نمی محسوس ہوتی ہے

یہ وہ جا ہے جہاں کافر وہ پھرتی شکل دنیا میں
مجھے پانی میں پھرتی جل پری محسوس ہوتی ہے

نہیں جی سکتا میں دشمن کے بن اور وہ بھی میرے بن
مجھے دشمن سے اپنے دوستی محسوس ہوتی ہے

سکوں طاری ہے تیری یاد میں اتنا مرے دل پر
نفس چلنے میں بھی آہستگی محسوس ہوتی ہے

بھلا دیتا ہوں میں ناظم مَحَبَّت کے مصائب کو
جب اُس کے چہرے پر آزردگی محسوس ہوتی ہے

05 نومبر 2019ء

چاندنی رات اور تیری یاد میں ڈوبی ہوئی
تھی مری جنت بھی کس افتاد میں ڈوبی ہوئی

اے فلک! شب کس کی آہوں نے تجھے تڑپا دیا
کس کی وہ آواز تھی فریاد میں ڈوبی ہوئی

کچھ خبر مجھ کو نہیں شب کون تھا جلوہ نما
تھی فضائے کعبہ بھی الحاد میں ڈوبی ہوئی

رات جانے کس نے چہرے سے ہٹایا تھا نقاب
محفلِ انجم بھی تھی افراد میں ڈوبی ہوئی

عشق پر کچھ بس نہیں چلتا سلاطینِ سخن
تھی رگِ خسرو رگِ فرہاد میں ڈوبی ہوئی

کچھ ستارے میری پلکوں پر بھی چمکے رات کو
کائنات اور اشکوں کی تعداد میں ڈوبی ہوئی

سادگی کے ساتھ شاعر جس کو کہتے ہیں وفا
تھی کلی پردے میں اُس روداد میں ڈوبی ہوئی

ہو گئے نومید ہم انصاف سے بس اِس لیے
اُس نگر کی تھی فضا بےداد میں ڈوبی ہوئی

وحشتیں افسردہ بلبل کی جو دیکھیں اُس سمے
تھی چمن کی ہر کلی صیّاد میں ڈوبی ہوئی

میں نئی دنیا بسانا چاہتا تھا یا خدا!
تھی مری ہر اِک گھڑی ایجاد میں ڈوبی ہوئی

کربلا کے سب شہیدوں کو ہو ناظم کا سلام
ہے صدائے کربلا بغداد میں ڈوبی ہوئی

09 دسمبر 2019ء

وہ ایک چال کہ جس کا شناس میں نہ ہوا
وہ ایک دل تھا کبھی جس کی آس میں نہ ہوا

وہ اک کلی تھی جو مرجھائی بھی تو میرے لیے
پر اُس کے عطر کا، غم ہے، لباس میں نہ ہوا

مرے فراق میں جس کی نگاہیں اشک بنیں
بغیر اُس کے کبھی بھی اداس میں نہ ہوا

کہا کسی نے کہ کیا تم کہو گے اپنے لیے؟
کہا یہ اُس نے کبھی پرسپاس میں نہ ہوا

اگرچہ تم سے کچھ امّید بھی نہیں ہے مجھے
پر اپنے دل سے کبھی محوِ یاس میں نہ ہوا

کسی کو دھوکے میں میں وعدہ کر کے رکھ نہ سکا
کسی کے ٹوٹے ہوئے دل کی آس میں نہ ہوا

خدا کا شکر ہوں میں دائرہ محبّت کا
نفور کا کبھی ہم دم رداس میں نہ ہوا

اُسی کا ہوں گا میں اخلاص سے جو ہو گا مرا
کسی کے دل کی ہی خواہش کا داس میں نہ ہوا

جہاں بھی میں رہا، ہوں باعثِ یقین رہا
غلط کسی کی نظر کا قیاس میں نہ ہوا

اداس میرے بچھڑنے پہ کوئی بھی نہ ہوا
کسی کے پاس ہو کے اِتنا پاس میں نہ ہوا

12 اکتوبر 2019ء

چاکِ سینہ سے تمھارا دل نظر آتا نہیں
کوئی پردہ بیچ میں حائل نظر آتا نہیں

کوئی غافل ہے ہمارے حال سے سو وہ ہو تم
کوئی مجھ کو آج شب غافل نظر آتا نہیں

تو نے پیمانے پہ رکھی کیوں نظر اے ساقیا؟
کیا تجھے بادے میں غم شامل نظر آتا نہیں

رتبہ والے لوگوں کی الفت حسد نے چھین لی
اب ثریّا پر مہِ کامل نظر آتا نہیں

رحم آتا ہے تمھارے حال پر مجھ کو عدو
تو عداوت کے مجھے قابل نظر آتا نہیں

جب کہ اذنِ عام ہے اے اقرباء پھر کیوں مجھے؟
میری میّت پر مرا قاتل نظر آتا نہیں

کیا ہوا اے شمع؟ کیا کوئی خطا تجھ سے ہوئی؟
کوئی کیوں جاتا سوئے محفل نظر آتا نہیں

کہہ دو مجنوں سے میں نے دیکھے ہیں سارے قافلے
اک شتر پر بھی مجھے محمل نظر آتا نہیں

یہ وفا کا شہر ہے جیسے ہو بیت الغائبین
جو کوئی اِس میں ہوا داخل، نظر آتا نہیں

درس ناظؔم نے بڑا سیکھا ہے یہ فرہاد سے
گر ہو جذبہ دل میں کچھ مشکل نظر آتا نہیں

27 جولائی 2019ء

میں نے بہت کی کوششیں پہ پیار سے نہ بچ سکا
گو پھولوں پر چلا مگر میں خار سے نہ بچ سکا

یزیدیوں کے دور میں ملیں جسے ہدایتیں
وہ کہفی صاحبوں کی طرح غار سے نہ بچ سکا

ہے ترجمان میری الفتوں کی اُس کی زندگی
وہ شخص میرے عشق کے شرار سے نہ بچ سکا

بس ایک پل میں تم نے اپنا کام پورا کر دیا
میں اِس لیے تری نظر کے وار سے نہ بچ سکا

تھی خوں بہانے کی مجھے جو لت پڑی، نہ جا سکی
میں تیرے جنگلوں میں بھی شکار سے نہ بچ سکا

میں چاہے آج توڑ دوں حدود کو، قیود کو
میں وہ نہیں جہاں کے جو حصار سے نہ بچ سکا

دیا تھا میں نے تم کو بھی تو دل کا اپنے اختیار
پہ تو بھی ظالمانہ اقتدار سے نہ بچ سکا

میں تو چلا تھا دامن اپنا عشق سے بچا بچا
ولے میں راہِ عشق کے غبار سے نہ بچ سکا

میں اور راہ پر چلا تھا ہاں مگر یہ کیا ہوا
ترے نگر کے آج بھی مدار سے نہ بچ سکا

ہے علم ناظؔم اتنا مجھ کو میں بچا صنم سے گو
ولے بتوں کے میں کبھی مدار سے نہ بچ سکا

16 جنوری 2020ء

کوئی بھی باوفا نہیں ملتا
عشق کو مدعا نہیں ملتا

تیری الفت میں مرنے والوں کو
کیوں کوئی راستہ نہیں ملتا؟

بے اِماں کو ہزار سجدے سے
مسجدوں میں خدا نہیں ملتا

زخم بے تاب ہے نہیں بھرتا
چین دل کو ذرا نہیں ملتا

پاؤں کٹوا چکا ہوں تیرے لیے
کیوں ترا آسرا نہیں ملتا؟

روند دی میں نے ساری دنیا پر
کوئی تیرا پتہ نہیں ملتا

حاتموں کے دیار میں بھی ہمیں
کوئی حاجت روا نہیں ملتا

آپ کے نقشِ پا سا ہے سورج
کوئی بھی آپ سا نہیں ملتا

اجنبی ہوں، کتابِ ہستی میں
نام میرا لکھا نہیں ملتا

مٹ گیا ہو گا راہ میں ناظؔم
راہ میں نقشِ پا نہیں ملتا

20 نومبر 2019ء

کیوں کہتے ہو کہ تیرے برابر نہیں ہوں میں
یہ سن لو کہ تم سے ذرا کمتر نہیں ہوں میں

ٹھوکر نہ لگا، مجھ کو پہن اپنے گلے میں
ہیرا ہوں کوئی راہ کا پتھر نہیں ہوں میں

احساں نہ جتا یہ تجھے محفل میں بٹھایا
گو آیا ہوں اِس بزم میں، بے گھر نہیں ہوں میں

میں خاکِ درِ یار ہوں، ہم دم نہ بھلانا
سن رجم میں پھینکا گیا کنکر نہیں ہوں میں

تم نے کیا ہے یاد کبھی مجھ کو بتا سچ
مانا کہ ترے دل سے جاں! باہر نہیں ہوں میں

اب دل مرا ہوتا نہیں مضطر کبھی ویسا
اب دیکھنے جاتا اُسے اکثر نہیں ہوں میں

اے میرے عدو! دور ہوں، مطلب نہیں سمجھے؟
میں آ رہا ہوں سن کہ گیا مر نہیں ہوں میں

بس ایک ہی بت سے مجھے الفت ہے اے واعظ
دیکھوں گا اُسے، جا رہا مندر نہیں ہوں میں

تشنہ نہ رہا جو کہ مری بزم میں آیا
مے خانہ ہوں اک، ذات میں ساغر نہیں ہوں میں

الفت ہے مجھے ذوقؔ کے اندازِ سخن سے
تم ہی کہو کیا اچّھا سخن ور نہیں ہوں میں؟

02 نومبر 2019ء

دل محسنِ جاں دشمنِ تدبیر نہیں ہے
کیا عشق میں باقی کوئی تاثیر نہیں ہے؟

اے حسن! ذرا عشق کی بےمائگی تو دیکھ
یاں تک کہ مرے پاؤں میں زنجیر نہیں ہے

شادابیاں مائل نہ کریں مجھ کو تو بہتر
ہو جس میں خوشی وہ مری تقدیر نہیں ہے

اعلاں کرو کوئی مجھے مظلوم نہ سمجھے
غنچہ ہے مرا سر سرِ شمشیر نہیں ہے

شیریں ہو جو اقرار سے جانم کی وفا کے
اِس دنیا میں ایسی کوئی تحریر نہیں ہے

جس نے جہاں کی روشنی کو کر دیا محجوب
وہ کیا ہے اگر زلفِ گرہ گیر نہیں ہے

اصنام کی الفت سے ہوں میں پاک اے واعظ!
اب دل میں مرے یار کی تصویر نہیں ہے

انصاف کر اور سر کو مرے کاٹ دے منصف
سن عفو کے قابل مری تقصیر نہیں ہے

مقتل میں بڑے شوق سے آئے تھے مگر آہ!
اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر نہیں ہے

ناظؔم کی خبر کچھ نہیں جانے کہاں ہے وہ
اب یاں وہ ترا عاشقِ دل گیر نہیں ہے

21 نومبر 2019ء

کوئی دل سے تو کوئی دل لگی سے ہار گیا
جو بھی عاشق بنا، وہ زندگی سے ہار گیا

کسی کو دشمنوں کی چال نے جینے نہ دیا
کوئی ایسا بھی تھا جو دوستی سے ہار گیا

اُن کے دربار میں عُشّاق کی عزت ہے بہت
کیسا عاشق ہے کہ جو مدّعی سے ہار گیا!

موت گو لے گئی فرہاد کو کہساروں سے
خسرو بھی اُس کی مگر عاشقی سے ہار گیا

بری تقدیر تھی شیطان جو مغرور ہوا
ہے کوئی اور بھی جو بندگی سے ہار گیا؟

جو مرے دل کے نگہباں تھے، تمھارے ہوئے سب
میرا دل بھی تری لشکر کشی سے ہار گیا

بھول جاؤ کہ ہزیمت دی ہمیں مشکل نے
تیری نظروں کے کہے پر خوشی سے ہار گیا

آپ کے شہر کی رونق مری دنیا میں نہیں
اپنی دنیا کی میں پژمردگی سے ہار گیا

حال کیا کر دیا ناظؔم کا تری آنکھوں نے
جیت سکتا تھا جو سب سے، سبھی سے ہار گیا

28 مارچ 2019ء

تمنا ہے مری تیری گلی ہو
میں ہوں میری وہی آوارگی ہو

زمانہ سارا ظلمت ہے ترے بن
جہاں میں شمع تم ہی روشنی ہو

تری الفت میں پھر پاگل ہو جاؤں
میں ہوں پھر وہ ہی طرزِ عاشقی ہو

تمھارے بن جہاں میں کیا ہے میرا؟
تمھیں تو جان میری زندگی ہو

میں رخصت ہوں جہاں سے کاش! ایسے
نظر میری ترے رخ پر جمی ہو

نہ اپنا ہاتھ رکھ پاؤں میں دل پر
کرے نہ رب کہ ایسی بےبسی ہو

شبِ ہجران ہے صدیوں سے لمبی
مری خواہش ہے یہ بھی عارضی ہو

اے کاش! آئے سمے ایسا کبھی زلف
مرے سینے پہ بکھری آپ کی ہو

ہوئی مدت تمھیں دیکھے ہوئے اب
کبھی پھر سے وہی جلوہ گری ہو

تمنا ہے دلِ ناظم میں یہ بھی
کبھی تیری نہ الفت سے بری ہو

14 جنوری 2020ء

آپ کی الفت ہمارے دل میں ہو سکتی نہیں؟
کیوں یہ دولت اک دلِ بےدل میں ہو سکتی نہیں؟

طیش آ جاتا ہے مجنوں کو حیا کے نام سے
اِس لیے لیلیٰ بھی اب محمل میں ہو سکتی نہیں

ہو تڑپ کو دیکھنا تو بس کسی عاشق کو دیکھ
ہے تڑپ جو ان میں وہ بسمل میں ہو سکتی نہیں

ہم سفر ہم ابتدا کو چلتے ہیں منزل سے پھر
ہے جو راحت راہ میں، منزل میں ہو سکتی نہیں

ہیں برستے دونوں ابر و چشم یہ تو سچ ہی ہے
ہاں! پر آنکھوں سی تڑپ بادل میں ہو سکتی نہیں

ہر دوا سیماب ہے جو تیرے ہاتھوں سے ملی
کیوں؟ شفا پیارے یدِ قاتل میں ہو سکتی نہیں

ہو گئی مجھ کو محبت تیرگی سے، الحذر!
شمع اب روشن مری محفل میں ہو سکتی نہیں

عصیاں سے دامن مرا تر حیف ہے کچھ اِس طرح
یہ تری تو بحر کے ساحل میں ہو سکتی نہیں

عیش کا اُس آدمی کو حق نہیں کوئی، یہاں
روح جس کی مطمئن مشکل میں ہو سکتی نہیں

زلف لہرائی ہے تم نے، میں تو تھا حیراں کھڑا
اِس قدر ظلمت مہِ کامل میں ہو سکتی نہیں

جو صدا ناظم تھی آئی تیشۂ فرہاد سے
وہ صدا شیریں کی بھی پائل میں ہو سکتی نہیں

17 اگست 2019ء

نظر ناپاک ہوتی جا رہی ہے
بہت بے باک ہوتی جا رہی ہے

یہ کر کے ہم سے اب معلوم دنیا
بڑی چالاک ہوتی جا رہی ہے

ہماری آبرو تیری گلی میں
سنا ہے خاک ہوتی جا رہی ہے

خرد بھی جان کر دل کی حقیقت
پسِ ادراک ہوتی جا رہی ہے

حیاتِ ظاہری کی صبحِ نو ہر
بہت نم ناک ہوتی جا رہی ہے

کہیں اب داستاں ہم کیا ہماری
بہت غم ناک ہوتی جا رہی ہے

مجھے افسوس ہے ہر سر سے پردے
کی چادر چاک ہوتی جا رہی ہے

اے رندو! پارساؤں کی بھی محفل
بہت ناپاک ہوتی جا رہی ہے

ہے تم کو جب سے کھویا تب سے تیری
ضروری تاک ہوتی جا رہی ہے

اٹھائے تھے جنھوں نے سر، اب اُن کی
ہی نیچی ناک ہوتی جا رہی ہے

مَحَبَّت اب سمجھ میں آ رہی ہے
وفا ادراک ہوتی جا رہی ہے

23 اکتوبر 2018ء

بے خبر ہوں اِس سے تم کو یاد کیوں کرتا ہوں میں
نورِ پنہاں سے جبینِ چاند کیوں بھرتا ہوں میں

جب ہوں سب رازوں کا محرم آپ کی دانست میں
وجہ کیا ہے پھر بھی کچھ اسرار پر مرتا ہوں میں

میں دیا روشن ہوں اے سحرِ حسیں تیری طرح
پھر بھی تیرے سامنے آنے سے کیوں ڈرتا ہوں میں؟

چھوڑ کر مجھ کو اکیلا دہر میں صدیوں کے بعد
پوچھتے اب مجھ سے کیا ہو آج کل کیسا ہوں میں

یہ خبر ہے مجھ کو میں رستے میں ہوں، اور تنہا ہوں
یہ خبر مجھ کو نہیں کیا ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں

ہے اُسی روشِ پریشانی میں میری زندگی
جس کو تیرے دل کا اک سوزِ دروں کہتا ہوں میں

میں نہیں پابند اک محور کا زیرِ آسماں
جو مرا محور ہے اپنا اُس پہ ہی چلتا ہوں میں

قافلے والو! مجھے میری حقیقت کا خیال
یا میں خود منزل ہوں یا منزل کا ہی رستہ ہوں میں

آپ مجھ کو ڈھونڈتے تھے دور تھا جب آپ سے
آپ بیگانے ہیں اب جب آپ کا اپنا ہوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہے ناظم کیوں مجھے دنیا میں تو؟
دیکھ اپنے دل میں تیرے دل میں ہی رہتا ہوں میں

18 جنوری 2020ء

جو ہم نے مانگی تھی پوری ہوئی دعا ہی نہیں
بچھڑنے کے سوا اب کوئی راستہ ہی نہیں

سزا زمانے نے اُس کو مرے برابر دی
مرے خیال میں اُس کی کوئی خطا ہی نہیں

مجھے یقیں ہے وہ غصہ نہیں کرے گا مگر
جو بات دل میں ہے کہنے کا حوصلہ ہی نہیں

نقاب بھی نہیں سرکا تھا جس کے چہرے سے
وہ سامنے ہے مگر سر پہ اب ردا ہی نہیں

تمھارا نام زباں سے نکل گیا لیکن
ہو کون تم؟ کسی کو میں بتا سکا ہی نہیں

تمام رات شکستہ ستارے کون گنے؟
مری اب آنکھوں میں پہلے سا رت جگا ہی نہیں

مجھے خبر نہیں اب اُس کا حال کیا ہو گا
میں ایک عرصے سے جا کر اُسے ملا ہی نہیں

میں جھومتا رہا ساقی کا تھا لحاظ مجھے
شراب کا نشہ تو مجھ کو تب چڑھا ہی نہیں

تمھارے پیار کی مشعل جلا کے پہنچا ہوں
تمھارے شہر کی گلیوں میں اک دیا ہی نہیں

کسی ہم اور کی جانب نظر نہیں کرتے
وفا کا اور کہیں اپنا سلسلہ ہی نہیں

08 اپریل 2020ء

پھر وہی بےتابیاں ہیں، پھر وہی جذبات ہیں
پھر وہی انکار ہے، پھر وہ ہی پیغامات ہیں

ہم بھٹک جانے کو ہیں، اے رہنما! تم ہو کہاں؟
عشق کے آئین میں کی کس نے تحریفات ہیں؟

تیری الفت میں مرے ہیں جتنے عاشق آج تک
ہم فقط پاؤں کی اُن کے خاک کے ذرّات ہیں

ابتدائے عشق ہے اور ہم بہت بےچین ہیں
ایسا لگتا ہے کہ گردش میں سبھی جذبات ہیں

وہ ہماری یاد میں بےچین ہیں، ہم بھی بہت
اب بتا اے عشق کچھ کیسے ترے حالات ہیں؟

تم کہو راتیں گزرتی کیسے ہیں میرے بغیر
تیری باتیں شمع سے کہہ کر بِتاتے رات ہیں

پھر تری الفت کا اک پہلو نظر آیا ہمیں
پھر رقم کی ہم نے اُس پہلو کی تشریحات ہیں

مجھ کو لگتا ہے ستارے ٹوٹتے ہیں چرخ سے
تیرے ماتھے پر پسینے کے جو یہ قطرات ہیں

عشق کے جذبات سے صاحب کبھی مت کھیلنا
ہوتے ہیں نازک جو یہ الفت کے احساسات ہیں

اے مرے ناظَم، مرا دل ہے تری الفت میں گم
میرے اِن تشنہ لبوں پر تیرے ہی نغمات ہیں

31 اکتوبر 2019ء

دل یہ خواہش کے لیے پیدا ہوا ہے یا نہیں؟
تیرا ملنا خواہشوں کی انتہا ہے یا نہیں؟

چھوڑ تو دنیا کو، اِس دنیا سے کیا لینا تجھے؟
تو بتا کیا تیری آنکھوں میں حیا ہے یا نہیں؟

میں اگر نکلوں کبھی جادو سے اُس کی زلف کے
تب ہی جانوں اُس سا کوئی دوسرا ہے یا نہیں؟

کتنے ملحد ہو چکے ہیں تجھ کو اِس کی کیا خبر؟
لوگ اب پوچھیں گے وہ سچا خدا ہے یا نہیں؟

چل رہا ہوں تیری الفت کی کئی راہوں پہ میں
تیری الفت کی بھی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟

سامنے میرے مُجَسَّم جو ہے بیٹھا، کون ہے؟
واقعی تو چکا مجھ سے جدا ہے یا نہیں؟

دنیا میں آئے عدم کو لوٹ جانے کے لیے
کیا سکوں کے واسطے ہستی کے جا ہے یا نہیں؟

خوں کی گردش تیز ہے تاروں کی گردش سے بھی اب
میری بیماری کی کیا کوئی دوا ہے یا نہیں؟

تیرے قدموں میں فنا ہونے کو ہوں جانِ جہاں
تیری الفت کا ہوا ہر حق ادا ہے یا نہیں؟

اُس پہ ہو جانا فدا تھی مان لی میری خطا
ہونے میں اُس کے حسیں میری خطا ہے یا نہیں؟

14 اکتوبر 2019ء

میں عشق و مے کشی کے ہوں مابین یوں رہا
جس طرح قیس پر کبھی طاری جنوں رہا

گرچہ حقیقی اور مجازی سے دور ہوں
پر سوچتا ہوں اُن کے میں مابین کیوں رہا؟

میرا پناہ گاہ ہے دل یادِ یار کا
بےچینیوں میں بھی میں بہت پرسکوں رہا

خوش لوگ کس قدر تھے مرے قتل پر یہاں
سب ہاتھوں پر حنا کی جگہ میرا خوں رہا

فریاد تیری ہم نہیں سنتے، کہا مگر
وہ پھر نہ بولے پوچھتا کس سے کہوں، رہا

سناٹا ایسے چھا گیا ہجراں کا سن کے نام
دل سب کا شہر میں اسی سے پرسکوں رہا

تیری نگاہ جس کی طرف، ایک بار اٹھی
وہ آدمی ہمیشہ درونِ فسوں رہا

تم جانتے ہی کیا ہو غمِ عشق کو اے دل
جس کو بھی یہ ملا وہ سدا بے سکوں رہا

اک عمر تیرے عشق کا بیمار بھی رہا
زلفوں کے پیچ کی تری زنداں میں ہوں رہا

کل باتیں مجھ سے چاند ستاروں نے کیں جو سرد
ناظم! غمِ فراق بھی ہو کر فزوں رہا

11 اگست 2019ء

ستاروں کے رخ پر ضیا آج بھی ہے
زمانے میں باقی وفا آج بھی ہے

ترے آخری خط میں تصویر تیری
مجھے سخت دیتی سزا آج بھی ہے

میں ناراض تم سے نہیں اِس قدر بھی
مرے دل میں تیری جگہ آج بھی ہے

بڑے سب سے دشمن سے میں لڑ رہا ہوں
کہ خود سے مرا سامنا آج بھی ہے

وہ کھوئی ہوئی ہے محبّت میں میری
مری یاد اُس کی ردا آج بھی ہے

زمانے کی تاریک شب میں مری جاں
ترا عشق روشن دیا آج بھی ہے

رہے گی مرے دل کی دھرتی تو پیاسی
اُٹھی چاہے کالی گھٹا آج بھی ہے

میں چلتا ہوں ساتھ اُس کے بن اُس کا سایہ
ہے اک وہ کہ مجھ سے جدا آج بھی ہے

سرابوں سے مجھ کو محبّت ہے اتنی
کہ صحرا مرا رہنما آج بھی ہے

دیارِ شمیم اور جنّت کو ناظم
لیے جاتی مجھ کو صبا آج بھی ہے

24 دسمبر 2019ء

زندہ حزن و ملال آج بھی ہے
دل کہ زخموں کی ڈھال آج بھی ہے

شوق ہر رنج کا مداوا ہے
مجھ کو شوقِ کمال آج بھی ہے

ربط کیوں تم نے توڑا تھا مجھ سے؟
میرا تم سے سوال آج بھی ہے

جانے کیوں آج بھی یہ لگتا ہے
وہ مرا ہم خیال آج بھی ہے

زندگی ہے تو تیرا غم بھی ہے
میری جاں کو وبال آج بھی ہے

بےخودی اور ہوش مندی کا
جذبِ باہم محال اج بھی ہے

مجھ کو اُس کے قریب ہونے کا
رہتا اِک احتمال آج بھی ہے

دیکھنا عشق کا کبھی دستور
قتلِ عاشق حلال آج بھی ہے

اِس ترے ہجر کی طوالت سے
وصل رو بہ زوال آج بھی ہے

ہیں بہت جذبے اور بھی ناظَم
عشق پر بےمثال آج بھی ہے

04 اگست 2019ء

گل فشانی کرتا تھا میں تیرے گھر کے آس پاس
جب اگا کرتے تھے گلشن اُس نگر کے آس پاس

آخری دھڑکن سنی تھی تیرے گھر کے سامنے
ڈھونڈ لینا میرے دل کو، ہو گا در کے آس پاس

کب رواں ہو گی طبیعت، کب مٹے گی یہ خلش؟
سوچتا ہوں سطر کے میں رک کے ہر ہر آس پاس

آج کل علّامہ اُن کے نام کا حصہ بنا
جو کبھی پھڑکے نہ تھے علم و ہنر کے آس پاس

آج شب مجھ کو نہ تڑپاؤ، ملن کی رات ہے
آج شب لاؤ نہ مجھ کو گر مگر کے آس پاس

انتشارِ ہستی سے لگتا ہے وہ واقف نہیں
شغل اُس کا ہے ستم، رہتا ہے شر کے آس پاس

ناس جائے ساقی تیرا، بے خبر ظالم ہے تو؟
مجھ کو رکھتا ہے ہمیشہ صبر کر کے آس پاس

دل مرا تیری نظر کے تیر سے کیسے بچے؟
لاج آتی ہے کہ یہ جائے سپر کے آس پاس

وہ قیاس آرائیاں کرتے ہیں اِس انداز سے
جس طرح رہتے ہوں وہ بابا خضر کے آس پاس

کوئی مجھ کو جانتا کب تھا کہ ناظم کون ہے؟
جب میں تھا تیری نظر میں شہر بھر کے آس پاس

03 نومبر 2019ء

تیرگی پرسپاس آنکھوں میں
آپ دیکھیں اداس آنکھوں میں

دل ہے دشت آپ کی محبت سے
اور اشکوں کا طاس آنکھوں میں

تیرے چہرے کو دیکھ لیتے ہیں
سب تمھارے شناس آنکھوں میں

موت گو آ گئی، پر اب بھی ہے
تیرے آنے کی آس آنکھوں میں

مہرووٗ! آؤ دیکھ لو جلوہ
ہے نظر آتا ماس آنکھوں میں

حسرتیں کون سی رکھوں پنہاں؟
آج اپنی اداس آنکھوں میں

ظالم آقاؤں کی شہنشاہی
کیسی حسرت اے داس آنکھوں میں

آپ کا حسن ہے حیاپرور
دید کی ہے اساس آنکھوں میں

آپ اب رہتے ہیں مرے ہم دم
روح کی بن کے پیاس آنکھوں میں

ناظَم اب ظلم ہو گیا جائز
سب کی بندہ شناس آنکھوں میں

02 اگست 2019ء

شب ستاروں پر ذرا سا جب زوال آنے لگا
یاد مجھ کو پھر ترا حسن و جمال آنے لگا

ساری دنیا بن گئی میری نظر میں اک دلہن
جب اکیلے میں مجھے تیرا خیال آنے لگا

جب ذرا سوچا کہ اِس نے تھی محبّت کی ہی کیوں؟
تب مجھے اپنے ہی دل پر اشتعال آنے لگا

تب سے نفرت ہو گئی ہے اُن کو اِس دنیا سے اور
جب سے اُن کو رہزنی کا احتمال آنے لگا

التفات اُس سے رہا نہ جب مرے دل کو کوئی
وہ نگاہوں کا بچھانے رہ میں جال آنے لگا

سب جہاں آنے لگا مجھ کو نظر ویران سا
جب بچھڑنے کا ذرا تم سے خیال آنے لگا

ہر گھڑی لگتی ہے تب سے میرے دل کو دلربا
وقت جب سے پاس چل کر اُن کی چال آنے لگا

لگتی ہے اچھی مجھے سورج مکھی، جب سے کہا
تب سے سر پر اوڑھ کر وہ زرد شال آنے لگا

وہ نظر ایسے جھکی بس میں اُسی میں کھو گیا
میرے ہونٹوں پر تھا جب اُن کا سوال آنے لگا

جس میں ہو جانے کا میرا اُس نے تھا وعدہ کیا
خوش ہو اے ناظم کہ وہ موعود سال آنے لگا

04 مارچ 2020ء

تمھارے جانے پہ دل سوگوار اب بھی ہے
تمھارے آنے کا باقی قرار اب بھی ہے؟

اندھیرے راستوں، دل کی شکستہ نگری میں
بچھی ہے ماتمی صف، بے قرار اب بھی ہے

تمھارے وعدہ پہ ایمان جس کا قائم ہے
ہے شک تمھیں کہ اُسے اعتبار اب بھی ہے

عزیز تر مجھے ہے کیا، یہ پوچھتے ہیں اگر
عزیز تر مجھے دیدارِ یار اب بھی ہے

دوانہ جانتا ہے عشق کے مصائب کو
دوانہ ہے ولے وہ ہوشیار اب بھی ہے

ہیں کھلتے پھول، بکھرتے ہیں، ہوتے خوش نہیں ہم
کہ سونا سونا ترے بن دیار اب بھی ہے

نہیں ہو تم تو بہاریں خزائیں لگتی ہیں
خزاں میں آؤ تو سمجھوں بہار اب بھی ہے

تمھیں میں بھول گیا، سچ نہیں ہے یہ ناظؔم
مری نظر کو ترا انتظار اب بھی ہے

09 ستمبر 2018ء

وفا کا ہو گا کہاں نغمہ ساز اب کوئی؟
بچا نہیں کہیں اس کا طراز اب کوئی

وفا کی راہ پہ مغرور چل نہیں سکتے
نہ ہو گا عاجزوں میں سرفراز اب کوئی

اگرچہ ہو گئی آباد تیری یادوں سے
نہیں برہ سی کوئی شب دراز اب کوئی

تمھاری باتوں نے اسرار میرے کھول دیے
نہیں کہے گا تمھیں اپنا راز اب کوئی

سبھی چھپی ہوئی باتیں جو کیں عیاں تم نے
نہیں ہے آ رہا کہنے سے باز اب کوئی

نکلتے جاتے ہیں اُن کے طلسمِ حسن سے ہم
طلسم پھر کرے زلفِ دراز اب کوئی

ہوں جب میں پوچھتا دل سے وفا کی تھی ہی کیوں؟
نہیں ہے پاتا مرا دل جواز اب کوئی

ادائیں جس کی اک اک کر کے ہم نے دیکھی ہیں
دکھائے گا نیا کیا پھر سے ناز اب کوئی؟

خموش بزمِ مَحَبَّت ہے، وہ نہیں آئے
نہیں ہے دیتا سنائی یاں ساز اب کوئی

25 نومبر 2018ء

جب مرے محبوب تھے تم، وہ زمانے اور تھے
تم بھی اب جاذب نہیں، منظر سہانے اور تھے

زندگی خاموش ہے، خاموش راتوں کی طرح
جو کبھی میرے لبوں پر تھے، ترانے اور تھے

اِس طرح ملنا ملانا خیر سے ممکن نہیں
جو کیے ملنے کو ہم نے وہ بہانے اور تھے

چاہتا تھا جی لگا دوں آگ اُس گلشن کو میں
رحم لیکن آ گیا، کچھ آشیانے اور تھے

قتل کر دیتے مجھے تو غم نہیں ہوتا کوئی
جو سہے ہم نے جہاں سے، تازیانے اور تھے

جب کیے وعدے وفا کے، تب تھے دونوں ناسمجھ
اب ارادے اور ہیں، وعدے پرانے اور تھے

ہم حیا کے بن تَصَوُّر حسن کر سکتے نہیں
جو کہ تھے قابل ہمارے، وہ گھرانے اور تھے

بعد میں ہر بوالہوس نے خود کو عاشق کہہ دیا
تھے وفا کے جو ہماری، وہ فسانے اور تھے

اک ترے دیدار پر قرباں کیے ایران و روم
اور لٹائے ساتھ اُن کے جو خزانے اور تھے

سیر ہو کر ایک کی نظروں سے تم کیوں آ گئے
شہر میں ناظم ابھی تو بادہ خانے اور تھے

29 جنوری 2020ء

کسی بچھڑے ہوئے کا انتظار ایسے نہیں ہوتا
کسی انسان کا سینہ فگار ایسے نہیں ہوتا

لہو بہتا ہے پانی کی جگہ سفّاک مٹی پر
گلابوں کو سنو حاصل نکھار ایسے نہیں ہوتا

بڑی قسمت سے ملتی ہے محبّت دہر میں ناصح
دو لوگوں کا کبھی دل بےقرار ایسے نہیں ہوتا

کراماً کاتبین آئیں، بتائیں ہیں گنہ کتنے؟
گناہوں کا مرے مجھ سے شمار ایسے نہیں ہوتا

ہے چہرہ آج کیوں اترا ہوا رنگیں گلابوں کا؟
مجھے لگتا تھا دورانِ بہار ایسے نہیں ہوتا

نہ تم کو دیکھ لوں جب تک، سحر اچھی نہیں لگتی
مرے دل کو بھی اب حاصل قرار ایسے نہیں ہوتا

غنی ہوں جو سہارے سے، کسی کے منھ نہیں لگتے
مرا سایہ بھی سورج سے فرار ایسے نہیں ہوتا

سکوں دل کو نہ ہو تہوار بھی اچھے نہیں لگتے
مجھے افسوس ہے، حاصل قرار ایسے نہیں ہوتا

ہوس کو نام دے کر پیار کا رسوا ہو کیوں کرتے؟
کہ پیار اِس کو نہیں کہتے و پیار ایسے نہیں ہوتا

گنہ کرتے رہے ہو، مان کیوں لیتے نہیں ناظم؟
خطا اک بار ہوتی، بار بار ایسے نہیں ہوتا

30 نومبر 2019ء

عاشقی سے درد کی تفریق ہو جاتی اے کاش!
سانس میں ہی آہ کی تغریق ہو جاتی اے کاش!

اُن نے پوچھا اور سب اہلِ زباں خاموش تھے
میری آمد کی وہاں تصدیق ہو جاتی اے کاش!

میں رہا اُن سے جدا، نہ کوئی نسبت ہو سکی
میری بھی اُن سے کوئی تعلیق ہو جاتی اے کاش!

بڑھتے بڑھتے درد اتنا بڑھ گیا، مرنے لگا
ابتدا میں سوز کی تحقیق ہو جاتی اے کاش!

اِس محبت نے ہمیں چھوڑا نہ دین و دنیا کا
یہ وفا خود مذہباً زندیق ہو جاتی اے کاش!

دل سے میں نے کر لیا ہے عہد اُن کے وصل کا
اُن سے بھی اِس عہد کی توثیق ہو جاتی اے کاش!

عاشقوں کے رہنے کو دنیا مناسب یہ نہیں
اُن کی دنیا اک الگ تخلیق ہو جاتی اے کاش!

عمر بھر ناظؔم محبت مہماں جس کی دل کی تھی
اُس سے ملنے کی کبھی توفیق ہو جاتی اے کاش!

04 اگست 2019ء

عجیب ہو گا اگر وہ وفا کی بات کرے
وفا کی بات کرے، انتہا کی بات کرے

کھنچا سا رہتا ہے، جانے کا بھی نہیں کہتا
چلا بھی جاؤں گا گر انخلاء کی بات کرے

ملے گر اب تمھیں پیغام یہ مرا دینا
نہ اب کے بعد وہ "آ جاؤں گا" کی بات کرے

وفا کے شہر میں ساتھی نہ ہم سفر کوئی
ہے کوئی ساتھ کہ جو رہنما کی بات کرے

شراب پینے پلانے کی بات کرتا ہے
ہے لطف اب جو وہ صبر و رضا کی بات کرے

نہ میری بات وہ شاید سنے گا حشر میں بھی
ہے بےنیازی سے ایسے ادا کی بات کرے

ہیں بےحجاب نگر میں رہے ہمیشہ ہم
جو کوئی اب کرے شرم و حیا کی بات کرے

25-28 مارچ 2019ء

یکساں ہیں تکلیف دہ روزِ قیامت اور تم
پاس میرے ہے اگر کچھ تو ہے خلوت اور تم

رشتہ کیا آپس میں ہے اُن کا یہ بتلاؤ مجھے
رات، تنہائی میں جلتی میری تربت، اور تم

درد ہے، آوارگی ہے، وحشتیں ہیں اور غم
میں بِتاتا ہوں اکیلا شامِ فرقت، اور تم؟

امتزاجِ رنگ و بو سے سب حسیں پیدا ہوئے
دنیا، جنت، آرزو، ارمان، الفت اور تم

زلف کا تیری اگر اک بال بدلے میں ملے
میں ادا کر دوں گا اپنے سر کی قیمت، اور تم؟

آرزو کس کو نہیں ہوتی ہے اپنے یار کی؟
چاہتا ہوں اب بھی میں لمحاتِ قربت، اور تم؟

تیغِ ابرو پر تری دلکش ہوئے لاکھوں فدا
قتل آخر کر ہی دیتے ہیں مُرَوَّت اور تم

مےکشی قسمت میں میری تھی لکھی، سو ہو گئی
میں بدل پایا کبھی اپنی نہ قسمت، اور تم؟

ہیں جدا راہیں سبھی کی دنیا کے بازار میں
دور دل سے کر سکا تیری نہ چاہت، اور تم؟

عشق میں ناظمؔ نہ بدلی اُن کی فطری دلکشی
بے تَغَیُّر آج بھی ہے اُن کی عادت اور تم

18 اکتوبر 2019ء

کتنے خوش قسمت ہیں ہم اب ہم تری بانہوں میں ہیں
اِس کا مطلب دنیا بھر کے غم تری بانہوں میں ہیں

تم تو کہتے ہو کہ کوئی غم ترے دل میں نہیں
تیری آنکھیں آج کیوں پر نم تری بانہوں میں ہیں

ہم اگرچہ ہیں بہت مشہور کہ تیرے ہیں ہم
ہاں! مگر ہم رہ سکے کچھ کم تری بانہوں میں ہیں

پیچ کھاتا ہے مرا دل بانہوں میں تیری کہ آج
زلفوں کے مچلے ہوئے کچھ خم تری بانہوں میں ہیں

راتیں وہ راتیں ہیں کہ جو گزریں تیرے ساتھ بس
دم بھی ہے بس وہ ہی دم جس دم تری بانہوں میں ہیں

آج ہمسائے بنے ہیں گلستاں کے پیارے پھول
آج ہم سونے کو اے شبنم تری بانہوں میں ہیں

یہ بتا مجھ کو مرے پیارے وطن کی سرزمیں
دور ہوں گے کیسے جو خرّم تری بانہوں میں ہیں

تم سمجھتے ہو کہ خالی ہاتھ ہو بیٹھے ہوئے
میں ہوں کہتا سمٹے سب عالم تری بانہوں میں ہیں

کیا ضمائر کی حقیقت، کیا طبائع کا جنوں
آج میں ہوں بےخبر، سب ضم تری بانہوں میں ہیں

تم نے آخر کر لیا قبضہ دلِ ناظم پہ بھی
آج اُس کے گر رہے پرچم تری بانہوں میں ہیں

06 اکتوبر 2019ء

محل ہے یہ چاہت کا جس جو کچھ ایسا بناتے ہوئے
مجھ کو برسوں لگے ہیں
دیوں، قمقموں، چاند تاروں سے اُس کو سجاتے ہوئے
مجھ کو برسوں لگے ہیں

مخالف زمانے نے جو میری راہوں میں اپنی رقابت کی
شدت سے پھینکے
ترے عشق میں خوں سے بھیگے وہ پتھر ہٹاتے ہوئے
مجھ کو برسوں لگے ہیں

ہے آواز تیری میں کچھ ایسا جادو سناتے ہو نغمہ تو
کھو سا ہوں جاتا
تری طرح سے تیرا نغمہ یہی گنگناتے ہوئے مجھ کو
برسوں لگے ہیں

جدا کر رہے ہو مجھے جانِ عالم یوں سینے سے کیوں
اپنے تم ایک پل میں
یہاں تک کی منزل کو کیا جانتے ہو کہ پاتے ہوئے مجھ
کو برسوں لگے ہیں

گلابوں کی راہوں پہ چلتے ہوئے تم کبھی بھی نہیں پاؤ
گے اپنی منزل
فقط راہ پانے کو منزل کی یہ خوں بہاتے ہوئے مجھ کو
برسوں لگے ہیں

نہیں جیت پاؤ گے دل تم کسی کا یوں غصّہ دکھا کر،
یوں آنسو بہا کر
بہت زخم کھا کر ہر اک روز جو مسکراتے ہوئے مجھ
کو برسوں لگے ہیں

مری بےکرانی سے واقف نہ تھے تم، دی دعوت مجھے
آنے کی تم نے دل میں
ترے دل کے اِس مختصر سے جہاں میں سماتے ہوئے
مجھ کو برسوں لگے ہیں

حنا کی وہ شاخیں، کنول کے گلوں کے تَبَسُّم، وہ شبنم،
وہ صبحیں، وہ شامیں
ترے گھر کے جو سامنے آج بھی ہیں، بھلاتے ہوئے مجھ
کو برسوں لگے ہیں

وہی ایک لمحہ مری دسترس میں تھا میں نے گنوایا
جو بس تیری خاطر
بس اُس ایک لمحے کی یادوں کو دل سے مٹاتے ہوئے
مجھ کو برسوں لگے ہیں

حقیقت کو تم جان پاؤ گے کیسے زباں پر یقیں کر کے
اے میرے ناظّم؟
حقیقت سمجھنے کو جس کی فقط آزماتے ہوئے مجھ
کو برسوں لگے ہیں

15 مارچ 2020ء

نو بہاروں کو بلاؤ، سارے پیاروں کو بلاؤ
توڑ دو جام و سبو کو، ہم کو دریا سے پلاؤ

ایک مُدّت ہو چکی ہے، غم کی دنیا سو چکی ہے
پھر مری دنیا میں آؤ، پھر مرے ارماں جگاؤ

الفت اُس کی بھول کر اب باقی میں خود میں نہیں
ہوں
جس سے یاد آ جائے اُس کی گیت اک ایسا سناؤ

تھی خطا عاشق کی ساری، اب ہے دل کو بےقراری
رحم اب عاشق پہ کھاؤ، حسن کا جلوہ دکھاؤ

میرے اشکوں کا تَخَیُّل، تیری صورت کا تَغَیُّر
اب غلط ہونے کو ہے جاں، مت مجھے اتنا رلاؤ

مت کرو مجھ کو نصیحت، جانتا ہوں میں حقیقت
ہوش ہے اتنی اے دنیا! مت مجھے پاگل بناؤ

مےکدہ اب کیوں ہے خالی؟ کیا نہیں کوئی سوالی؟
ہے نظر میں دم ابھی تو پھر وہی شمعیں جلاؤ

میں نہیں ہوں پاک دامن، بے گنہ میرا نشیمن
میں سراپا آگ ہوں، تم اپنے دامن کو بچاؤ

آنکھ میری نم نہیں ہے، مجھ کو کوئی غم نہیں ہے
دور ہوں میں مستیوں سے، مت مرے دل کو لبھاؤ

ناظم اب مضطر نہیں ہے، بات گو بہتر نہیں ہے
وہ چلا منزل کی جانب، چاہے تم آؤ نہ آؤ

28 نومبر 2019ء

دل یہ کہتا ہے کہ میں اک موجِ برساتی بنوں
میں بھی اک بوچھار اُس چہرے سے ٹکراتی بنوں

میرے خوں میں آج بھی ہیں وہ جواں سرگرمیاں
میں ابھی سے کیوں بھلا اتنا بھی جذباتی بنوں؟

روکتے ہیں شیخ صاحب کیوں مجھے اُس بزم سے
چاہتے ہیں میں بھی کیا رند و خراباتی بنوں؟

کہتی ہے الفت مجھے، میں کیوں نہ تیرے عشق میں
تیرے دل میں آ بسوں، جذبوں کو تڑپاتی بنوں!

مجھ سے کہتی ہے صبا! اے کاش پھر قسمت کھلے
پھر میں اُس گلنار کا پیغام بر لاتی بنوں!

کل سمن نے مجھ سے یہ کہہ کر جھکایا اپنا سر
میں بھی تیری زیست کے گلشن کو مہکاتی بنوں

ہے مَحَبَّت کے بھی دل میں یہ تمنّا دیر سے
میں کسی عاشق کی اک امّید بر لاتی بنوں

"کیوں نہ تیری زندگی کا میں بھی اک حصہ بنوں
کیوں میں تم سے دور پیکر اِک خیالاتی بنوں؟"

عشق کی چنگاری کی بھی ہے تمنّا ایک ہی
میں بہاؤں آنسو، اک آہِ مناجاتی بنوں

مجھ سے چشمِ یار نے خلوت میں ناظم یہ کہا
زندگی تیری میں بن کر نور چمکاتی بنوں

22 ستمبر 2019ء

دیوانہ ہو گیا ہوں میں صبحِ بہار کا
لیکن علاج کیا ہے دلِ بےقرار کا؟

اخلاص سے ہم آپ کے واقف ہیں لیک یار
اب نام لے نہ دنیا میں کوئی بھی پیار کا

غزلوں کے اضطراب میں ماضی کی وہ جھلک
بس اِک نشان رہ گیا ہے انتظار کا

اندوہ، غم، ملال ہی ساتھی ہیں ان کے بن
کوئی نہیں رفیق دلِ بےقرار کا

اِس قبر سے نکل کے کہیں اُس سے جا ملے
ہر ذرّہ بےقرار ہے میرے مزار کا

ہر شمعِ حسن اپنے شراروں سے جل گئی
اب عشق کو دکھاؤ تَبَسُّم شرار کا

ہے انتظار اب تو قیامت کی صبح کا
اب کون منتظر ہے بھلا نو بہار کا؟

جا کر کہو پیا سے مرے دل سے یوں ملے
پردہ ہو جس سے چاک حقیقت میں پیار کا

واعظ دکھاتا کیا ہے تو منزل کا راستہ
مجھ کو فقط بتا پتہ اُس کے دیار کا

ناظَم وہ خوش نصیب بھلا کون ہے جسے؟
ہو گا نصیب موت پہ دیدار یار کا؟

24 نومبر 2019ء

کل رلائے گا تجھے بھی میرا افسانہ بہت
میں نے تیرے دل کے ہے جذبات کو جانا بہت

مے کی قسمت اِس قدر سوئی کہ اب تو شہر میں
یاد ہر ساقی کو بھی آتا ہے پیمانہ بہت

دل ترے قابو میں اتنا جلد آنے کا نہیں
بس میں رکھنے کے لیے تم دل کو سمجھانا بہت

شمع کی قسمت میں تاریکی لکھی تھی رات کی
جلنے کو پھرتا رہا مجھ جیسا پروانہ بہت

اِس وطن کے سب در و دیوار ہیں اب تک غلام
ہے روش لوگوں نے یاں پائی غلامانہ بہت

آپ کی ہر اک ادا کمیاب ہے، نایاب ہے
زانو پر اچھا لگا آرام فرمانا بہت

تم اگر ہو ساتھ تو پروا زمانے کی نہیں
تم کو تو آتا ہے اِس دنیا کو بہکانا بہت

جس گلستاں میں ملے تھے تم مجھے، کیا یاد ہے؟
یاد آتا ہے مجھے پھولوں کا مرجھانا بہت

آؤ سو جائیں ذرا، آگے چلیں گے کل سحر
رستہ اِس منزل سے آگے کا ہے ویرانہ بہت

شہر میں اعلاں ہوا، ناظم سے کوئی نہ ملے
سب کو پاگل کر دے گا، وہ خود ہے دیوانہ بہت

28 اگست 2019ء

نہ ہم سے وسعتِ ارض و سما بیاں کریں
بشر سے عشق کی کچھ انتہا بیان کریں

نقوش مٹ گئے ہستی سے اپنی چاہت کے
نہ شاعر اب کسی کی بھی وفا بیان کریں

حسین لوگ ہوس کا شکار ہوتے ہیں
نہ میرے سامنے اُن کی حیا بیان کریں

ہے کس لیے یہ ستم مجھ پہ بادشہ میرے
امان پاؤں تو پہلے خطا بیان کریں

تڑپ ہی جائیں گے گر پھر سے ہم کو یاد آئی
نہیں ہو سکتا پھر اُس کی ادا بیان کریں

بس ایک زخم ہے، ناسور ہے جہاں کے لیے
کہو تو اور بھی شرحِ جفا بیان کریں؟

ہمارے راستے ہیں مختلف زمانے سے
سو لوگ ہم کو جہاں سے جدا بیان کریں

خوشی زمانے کی نہ کام دے گی واعظ کو
بڑا ثواب ہے، حکمِ خدا بیان کریں

وفا کی راہ میں جو پائے اُن مسائل کا
ہے کیسے ہم نے کیا سامنا، بیان کریں؟

اداس دل ہے چمن کے بغیر یاں ناظؔم
کلی نہیں ہے تو بادِ صبا بیان کریں

21 جنوری 2020ء

بن ترے جو گزرے میرا ہر وہ پل بےکار ہے
دل کو تڑپا دے نہ جو ہر وہ غزل بےکار ہے

کس لیے جیتے ہیں ہم اور کس لیے مرتے ہیں ہم
کیا نمائش خانۂ فکر و عمل بےکار ہے؟

ہم بدل لیتے ہیں اپنے دل کی سب محبوبیاں
آج جو ہے زندگی، دیکھو وہ کل بےکار ہے

وہ نہ چھوئے جس کو میرے کام کا وہ گل نہیں
یاسمیں، نرگس ہو یا پھر ہو کنول، بےکار ہے

آ رہی ہے روح اُس کی دنیا سے لینے مجھے
اے طبیب اب نسخے میں رد و بدل بےکار ہے

اُس کی یادوں سے لپٹ جانے کا اب کیا فائدہ؟
اے مرے دل! اب ترا جانا مچل بےکار ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ سب چیزیں زرِ دنیا سے ہیں
سچ یہ ہے انساں کے بن تاج و محل بےکار ہے

جب مرے دل میں تری الفت رہی نہ کارگر
میرے پاس آ کر ترا جانا پگھل بےکار ہے

عشق کی قسمت میں ہی جب ہے عروجِ جاوداں
جان لو خسرو کا تب ذہنی خلل بےکار ہے

جس میں ہو ناظَم خوشی فوراً، بچو اُس کام سے
اِس طرح کے کام کا ہو جو بھی پھل، بےکار ہے

12 اکتوبر 2019ء

گردش جہان بھر کی ہے زلفِ یار تجھ سے
دیکھا ہے اک زمانہ لیکن ہے پیار تجھ سے

پیغام آ رہے ہیں کچھ پل سے رخصتی کے
جاتا نہیں مرا دل اے کوئے یار تجھ سے

لے آئے ساری دنیا قیمت میں جو ہماری
قدموں میں گر رہے ہیں سب زرنگار تجھ سے

رختِ سفر کو اپنے رکھ مختصر کہ رستہ
دشوار جان سے ہے بھاری ہے بار تجھ سے

عاشق ہی جانتا ہے عاشق کے دل کی باتیں
انساں نہیں محبّت جو ہو فرار تجھ سے

شامِ ملن کی خاطر کیا کیا نہ غم اٹھائے
فرقت کی شب میں دامن تھا تار تار تجھ سے

اتنی سی ہم نے اُن سے کی آخری گزارش
اِس اضطرابِ دل کو دلبر ہے پیار تجھ سے

کہتے ہیں یار تب سے کچھ چین آ نہ پایا
فرقت کا غم لیا جب سے مستعار تجھ سے

ظلمت میں گر کے کوئی دیکھو نہ چوٹ کھائے
دیپک جلاؤ گرتے ہیں یاں سوار تجھ سے

دیدارِ یار تو ہے قسمت کی بات ناظَم
طالب مرے تھے جن کے احوالِ زار تجھ سے

01 اپریل 2019ء

ہے اگر اِس باغ پر چھائی خزاں تو کیا کریں؟
تم سے ہو پائی نہ طلبِ دل بیاں تو کیا کریں؟

ہم کو اربابِ عطا سے بات ہی کرنا نہ تھی
لے کے وہ بیٹھے ہیں پیمانے وہاں تو کیا کریں؟

دیکھ لے واعظ ہماری بزم کی یہ رونقیں
وہ بری کہتا ہے بزمِ مےکشاں تو کیا کریں؟

ہم نہیں ڈرتے نظر سے شیخ کی، اے ساقیا!
شیخ دیکھے مےکشوں کے درمیاں، تو کیا کریں؟

یہ حوادث ہیں زمانہ ہائے علم و کسب کے
سر پہ اپنے گر رہا ہے آسماں تو کیا کریں؟

ثمرِ غم ہے لگ گیا شاخِ مَحَبَّت پر جو اب
ہو رہی ہیں بار سے شاخیں گراں تو کیا کریں؟

جذبۂ ربط و شرارت کس طرح باقی رہے؟
ہو نہیں سکتا ہمارا امتحاں تو کیا کریں؟

ہم ہیں تنہا، کیا ہوا؟ دل میں تو تنہائی نہیں
آج کل خلوت ہے ہم پر مہرباں تو کیا کریں؟

ہم نے آنے کا کہا تھا، پہنچے ہیں مقتل میں ہم
کھو گئے ہیں تم سے سب تیر و کماں تو کیا کریں؟

واسطے اپنے ہے ناظؔم آج بھی کربِ عظیم
آج بھی ہے گر وہی خواہش جواں تو کیا کریں؟

22 ستمبر 2019ء

قرار جانے کس اُلجھن میں پڑ کے ٹوٹ گیا
میں اپنے نفس کی خواہش سے لڑ کے ٹوٹ گیا

مکین جب تھے وہ دل کے مرے، یہ ثابت تھا
بغیر اُن کے مرا دل اجڑ کے ٹوٹ گیا

ستم ہے ضد مگر اک ریت کے محل جیسا
وہ ناداں ہم سے جوانوں سے اڑ کے ٹوٹ گیا

جو کوہ کن گیا کہسار پر لے کر تیشہ
تو خسرو کی انا سے لڑ جھگڑ کے ٹوٹ گیا

تھا ربط اُن سے مرا آہنی کڑی جیسا
مگر یہ زنگ سے آخر کو سڑ کے ٹوٹ گیا

میں آبگینۂ نادان تھا مرے پیارے
میں شیشہ تھا، ترا دامن پکڑ کے ٹوٹ گیا

اداس جام تھے، خالی پڑا تھا مےخانہ
کہ ساقی آپ ہی مے سے بگڑ کے ٹوٹ گیا

کوئی کلی کھلی ہے باغ میں نہ گل مہکے
کھلا تھا پہلے جو گل وہ بھی جھڑ کے ٹوٹ گیا

وہ جانتے تھے وفاداری کو مری ہم دم
مرا رقیب کچھ الزام گھڑ کے ٹوٹ گیا

مجسمہ ساز نے ناظم بنایا محنت سے
وہ پتھر آج زمیں سے اکھڑ کے ٹوٹ گیا

10 اگست 2019ء

کبھی جو جان مری مجھ کو رخ دکھا جائے
مری بھی جان کو تھوڑا سکون آ جائے

ہمیشہ یاد تمھارے لبوں کی آتی ہے
جو دیکھ کر مجھے کوئی بھی مسکرا جائے

میں اعتبار کسی پر بھی اب نہیں کرتا
کہ قابلِ یقیں ممکن ہے دے دغا جائے

نہیں جہان میں اُس کی مثال کا کوئی
عیوب لوگوں کے لوگوں سے جو چھپا جائے

جہان میں اُسی کا نام زندہ رہتا ہے
جہان میں جو محل پیار کے بنا جائے

اگر مرے نہیں ہو سکتے تو چلے جاؤ
بھلا دوں گا، ترا دل گر مجھے بھلا جائے

ہو پیار دیکھ چکے، دیکھو اب مری نفرت
نہیں ہنسے گا کبھی جو مجھے رلا جائے

کل آخرت کو مکیں ہو گا وہ ہی جَنَّت کا
کہ زندگی میں جو اچھے عمل کما جائے

بھرا اگر نہیں دل اُس کا تو اُسے کہہ دو
وہ آ کے زندگی میں اور بھی ستا جائے

زمانہ ظلم ترے سہہ رہا ہے گر ظالم
نہیں ہو سکتا کہ ناظم بھی سر جھکا جائے

25 فروری 2020ء

دل سے سودائے تمنائے صنم جاتا نہیں
موت سے بھی ہستی کا رنج و الم جاتا نہیں

دل الٹ سکتا ہے سینے میں نہیں کچھ اعتراض
دل سے زلفِ یار کا پر پیچ و خم جاتا نہیں

کیوں نہ دیکھوں اُس کی صورت کو میں ہنستا سامنے
وہم ایسا دل میں جب ہو جائے ضم، جاتا نہیں

جب سے تم نے ترک کر دی آشنائی اے صنم!
تب سے دل کو چھوڑ کر یہ درد و غم جاتا نہیں

ہم نے دیکھی ہیں تری تیغِ نظر کی مستیاں
وہ مزہ ہجراں کی شب کا اے صنم جاتا نہیں

بھول سکتا ہوں میں کیسے زندگی کی وہ بہار؟
مسکرایا دل سے اب، تیری قسم! جاتا نہیں

ہم ہیں انکاری ظہورِ گردشِ ایّام کے
دن جو آتا ہے تو مر جاتے ہیں ہم، جاتا نہیں

میرے دل سے جانے کیوں الفت تری مٹتی نہیں
تیری خو سے میرے پیارے کیوں ستم جاتا نہیں؟

روئے تھے میرے گلے سے لگ کے وہ بھی ایک بار
میرے دل سے وہ خیالِ چشمِ نم جاتا نہیں

دل میں ناظم کے تری الفت بڑھی جاتی ہے اب
اپنی حد سے کیوں گزر تیرا ستم جاتا نہیں؟

23 اکتوبر 2019ء

سدا تیری خاطر کروں گا دعا بھی
میں رسمِ مَحَبَّت کروں گا ادا بھی

یہاں ٹوٹتے دل رہیں گے ہمیشہ
یہ دل ٹوٹنا تھا ہمارا جدا بھی

ہوئیں نقش دل پر مرے تیری یادیں
ہوں ملنے کی کرتا خدا سے دعا بھی

یہاں ذکرِ الفت کبھی نے مٹے گا
یاں ہوتی رہے گی وفا بھی جفا بھی

جگر جل گیا لگ رہا ہے کسی کا
ہے جلتی سی محسوس ہوتی فضا بھی

نہ پہچانیں وہ تو خطا کیا ہماری
مرے خط کی قاصد ہے ٹھنڈی ہوا بھی

سمجھتا ہوں دنیا کو تو ہے فقط غم
ہے ہم کو تو اُمّیدِ روز جزا بھی

دلی پیاس بجھتی ہے دیدارِ جاں سے
بجھاتی نہیں اِس کو کالی گھٹا بھی

نہ ناظؔم اگر پہنچا کوئے مَحَبَّت
کیا اُس سے انفاس نے ہے دغا بھی

تری رہ میں مشعل جلائے ہوں بیٹھا
کیا ہے جو کرنا تھا وعدہ، وفا بھی

16 اکتوبر 2018ء

مہکاتی ہیں شب کو تری مہکی ہوئی زلفیں
مسرور مجھے کر گئیں بکھری ہوئی زلفیں

یاد آتا ہے نظّارہ شبِ چار دہم کا
عارض پہ ہوں جب دیکھتا پھیلی ہوئی زلفیں

برپا کریں گی شہر میں یہ جلد قیامت
لمبائی میں قد سے تری بڑھتی ہوئی زلفیں

دیکھو تو پڑی ساتھ ہیں چہرے کے لیے خم
ہیں سوئی ہوئی ناگنیں سوئی ہوئی زلفیں

یاں میرے خیالات کا محور بنی ہیں اُف!
اُس حسنِ گلابی کی وہ سلجھی ہوئی زلفیں

نہ حسن میں آئے گا کوئی اُس کے مقابل
ہیں اُس نے اِس انداز سے گوندھی ہوئی زلفیں

کیا لطف ہے جب کان پہ ہیں اپنے لگاتے
شانے سے کچھ اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی زلفیں

ہیں دہری اذیت میں گرفتار وہ کرتی
اڑ کر ہوا سے چہرے پہ گرتی ہوئی زلفیں

زلفیں رہیں گی دل میں یا نکلے گا یہ دل خود
اِس طرح ہیں دل سے مرے الجھی ہوئی زلفیں

ناظم کروں کیا؟ اُس کے میں ہوں حسن کا قیدی
ہیں یاد مجھے سینے پہ کھلتی ہوئی زلفیں!

19 ستمبر 2019ء

اپنے وہ اشکوں کو پلکوں سے گرا کر چل دیا
تیرا دیوانہ نگر سارا رلا کر چل دیا

تم سدا جذبات سے جس کے رہے ہو بے خبر
وہ تمھارے پیار کو دل میں بسا کر چل دیا

تم نہیں سمجھے، قصور اِس میں نہیں اُس کا کوئی
وہ تو آنکھوں سے تمھیں سب کچھ بتا کر چل دیا

اِس محبّت کے چمن میں گل نہیں، بس خار ہیں
اُس پہ رشک آتا ہے جو دامن بچا کر چل دیا

اُس مسافر کا سراغ اب تک نہیں ملتا کہیں
قافلے والوں کو جو رہ میں سلا کر چل دیا

چھوڑ کر جاتے ہیں اِس دنیا میں سب اپنی متاع
پر وہ یادیں آپ کی دل میں بسا کر چل دیا

کوئی شکوہ آپ کے اُس کو رویّے سے نہیں
آپ کے الفاظ جو دل میں سجا کر چل دیا

نہ نشاں اُس کا ملا اور نہ کہیں نقشِ قدم
اِس طرح وہ اپنی ہستی کو مٹا کر چل دیا

اُس کے جاتے ہی بڑھیں ویرانیاں اِس بزم کی
جب وہ چپکے سے کسی کو نہ بتا کر چل دیا

آخری بار اُس کو جاتے اِس طرح دیکھا میں نے
تھوڑی سی نظریں جھکا کر، مسکرا کر چل دیا

11 اکتوبر 2017ء

لگتا ہے، ہے آج قاتل کا ارادہ خوش گوار
میرے گھر کی سمت آتا ہے پیادہ خوش گوار

میری نظروں میں تری زلفِ معنبر کچھ نہیں
بیسیوں دنیا میں ہیں تم سے زیادہ خوش گوار

ساقیا! تیری نصیحت نے کیا دل پر اثر
وعظِ واعظ زہر ہے، لگتا ہے بادہ خوش گوار

ہونے پر بھی علم، عاشق موت ہے رہ میں کھڑی
کیوں درِ محبوب تک ہوتا ہے جادہ خوش گوار؟

ہم تری اتنی بھی زیبائش کے تو قائل نہیں
اپنے ہے معیار میں ہر شخص سادہ خوش گوار

ذات میں تیری مجھے جدّت پسند آئی نہیں
ہے تری پچھلی اداؤں کا اعادہ خوش گوار

24 ستمبر 2019ء

ہوتا نہیں سکون پہ مائل، اداس ہے
اُن کو بلاؤ آج بہت دل اداس ہے

کل خوش ہمیں تھی دیکھ کے پھولوں کی انجمن
اب تنہا ہوں تو پھولوں کی محفل اداس ہے

ہیں غرق کس کی فکر میں؟ مجھ کو نہیں خبر
خاموش راستے ہیں تو منزل اداس ہے

دیدار ہے محال تو ہے ذمّہ دار کون؟
پردہ جو خود ہے بیچ میں حائل، اداس ہے

آئے نہیں وہ بام پہ، دونوں ہیں منتظر
میں ہوں اداس اور مہِ کامل اداس ہے

16 اپریل 2020ء

تمھارے نور سے کل کی شبِ ہجران روشن تھی
کوئی قندیل مثلِ سینۂ انسان روشن تھی

وہ ہر اک روشنی میں جس سے واقف ہوں، تھی پردے میں
اک ایسی روشنی جو مجھ سے تھی انجان روشن تھی

ترے محزون کو کل یاد تھا چھائی تھی تاریکی
جو شب بھر سوچتا تھا کاکلِ جانان روشن تھی

گیا اک بار سائر بن کے میں شہرِ مَحَبَّت میں
محل سے بڑھ کے واں دیکھا میں نے زندان روشن تھی

شبِ تنہائی میں بیٹھے رہے میں اور پروانہ
ہمارے پاس بھی اک مشعلِ حیران روشن تھی

گئی لے کر جھلک چہرے کی تیرے نہ کہاں مجھ کو
جدھر دیکھا تری صورت شرر سامان روشن تھی

قدم رکّھا اندھیرے نے مرے کاشانے میں جس دم
کرن اک نور کی جو تھی مری مہمان روشن تھی

نہ سویا رات بھر کھویا رہا میں تیری یادوں میں
کوئی مشعل تمھاری راہ میں ہر آن روشن تھی

سبھی دنیا تھی ظلمت میں، ترا کوچہ اجالے میں
ترے ہونٹوں پہ جب اک کھیلتی مسکان روشن تھی

گئے ناظؔم تم اپنے ساتھ لے کر بزم کی رونق
تمھارے دم سے ہی تو محفلِ یاران روشن تھی

23 اگست 2017ء

سارے لوگ ہیں کہتے وہ ہیں فرزانہ، میں پاگل ہوں
سب ہیں بناتے مجھ کو ایسے انجانا، میں پاگل ہوں

روپ نگر کی دیوی میرے دل میں اترنے والی تھی
کس نے کہہ دیا اُس سے میں ہوں دیوانہ، میں پاگل ہوں؟

لوگ جفا جو کرتے ہیں تو اِس سے اُنھیں ملتا ہے کیا؟
بات ذرا سی مجھ کو بھی یہ سمجھانا، میں پاگل ہوں

ساری دنیا نے ٹھکرایا مجھ کو پیارے تیرے بن
جی لوں گا گر چاہتے ہو تم ٹھکرانا، میں پاگل ہوں

میری ضرورت ہوتی کسی کو تو میں در در کیوں پھرتا
چاہتا ہوں اب جلدی سے میں مر جانا، میں پاگل ہوں

06 جون 2020ء

کچھ ہم کو لبھانے کا ہنر یاد نہیں تھا
کچھ اُن کو ستانے کا ہنر یاد نہیں تھا

جلدی ذرا سی روٹھنے میں اُن نے بھی کر دی
کچھ ہم کو منانے کا ہنر یاد نہیں تھا

وہ نرم دل اِتنے تھے کہ تھے اشک سراپا
بس ہم کو رلانے کا ہنر یاد نہیں تھا

بدنام میں اتنا نہیں ہوتا مگر اُن کو
الزام لگانے کا ہنر یاد نہیں تھا

کچھ اُن سے مَحَبَّت تھی ہمیں حد سے زیادہ
کچھ پیار جتانے کا ہنر یاد نہیں تھا

15 جون 2020ء

میری چاہت آج بھی اُس دلربا کو یاد ہے
وہ زمانہ عشق کا اُس خوش ادا کو یاد ہے

ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کھڑا ساکت رہا
چھونا میرے ہاتھ کا دستِ حنا کو یاد ہے!

وہ اچانک مسکراتے سامنے آئے مرے
پھر ہوا جو باغ میں اب تک صبا کو یاد ہے

آج بھی اُس کے لبوں پر ہے دعا میرے لیے
نرمی اُس کے لب کی ہر حرفِ دعا کو یاد ہے

ہر قسم، ہر قول کندہ اُس نے دل پر کر لیا
میری ہر اک بات میرے باوفا کو یاد ہے

موسمِ برسات کی یادیں، ہوائیں تیز تیز
آج بھی ساون کا دن اُس کی حیا کو یاد ہے

تیرے متلاشی کے جو پاؤں تلے روندی گئی
جستجو اب بھی مری اُس خاکِ پا کو یاد ہے

سرد شب، وہ کم لباسی، تیری بستی اور میں
وہ قیامت آج بھی بے آسرا کو یاد ہے

انتہائے عشق تک کیا کیا ستم میں نے سہے
ہے مجھے بس یاد اور میرے خدا کو یاد ہے

13 دسمبر 2019ء

بت کدے میں خدا کو یاد کرو
میؔر کی بھی صدا کو یاد کرو

بےوفاؤں کی محفلوں میں تم
آج میری وفا کو یاد کرو

باغِ الفت کو جا رہا ہوں میں
ساتھ آؤ، صبا کو یاد کرو

رندِ مےکش خراب حال ہوں میں
تم کسی پارسا کو یاد کرو

جو مہکتی تھی اُس کی یادوں سے
پھولو! آج اُس فضا کو یاد کرو

نہ اٹھی جو کبھی تری جانب
اُس نظر کی حیا کو یاد کرو

اب کے حالات سازگار نہیں
عشق کی ابتدا کو یاد کرو

دل کو شاید قرار آ جائے
ناظؔم اُس کی ادا کو یاد کرو

خاک میری ملا دے جو اُس سے
ایسی آیت، دعا کو یاد کرو

آج وقت اجنبی سا ہے ناظؔم
تم کسی آشنا کو یاد کرو

31 اگست 2019ء

میں نے تو کبھی غم کی شکایت ہی نہیں کی
تقدیر نے گو مجھ سے مُرَوَّت ہی نہیں کی

پوچھا خدا نے دنیا میں تم چاہو گے کیا کیا
تیرے سوا میں نے کوئی چاہت ہی نہیں کی

قربان کی تھی زندگی ہم نے ہی وفا پر
ہم دم کسی نے بعد میں ہمّت ہی نہیں کی

کیا زندگی پیاری نہ تھی دشمن کو مری جاں؟
بیچ آنے کی دشمن نے تو جرأت ہی نہیں کی

ہم روکتے تھے تم کو مَحَبَّت سے رہو باز
مت کہنا کسی نے بھی نصیحت ہی نہیں کی

مدعو تھے مقابل مرے سارے واں مخالف
بس اِس لیے واں میں نے تو شرکت ہی نہیں کی

تھی زندگی میں میری فقط ایک کمی "وہ"
محسوس مری جس نے ضرورت ہی نہیں کی

تاریک شبِ ہجر میں تنہا جلا ہوں میں
خلوت میں گھڑی اُس نے تو طلعت ہی نہیں کی

میں ہاں کا تقاضا کسی سے کر نہیں سکتا
لکھوا کے یہاں لایا ہوں قسمت ہی نہیں کی

اِس بات کا افسوس بہت ہے مجھے ناظؔم
میں نے کسی مہوش سے مَحَبَّت ہی نہیں کی

13 دسمبر 2019ء

اگرچہ عشق میں افسوس بھی حاصل نہیں ہو گا
مگر مرنا تو کم از کم ہمیں مشکل نہیں ہو گا

مری تنہائی میں جو چودھویں کی رات چمکے گا
ترا رخسار ہو گا وہ، مہِ کامل نہیں ہو گا

نظر جس کی جھکی ہو ناز سے ہو گا وہی قاتل
ہو جس کے ہاتھ میں تلوار، وہ قاتل نہیں ہو گا

سفینہ عشق کی موجوں میں ہے، دھوکے میں مت آنا
نظر آئے جو تم کو ناخدا، ساحل نہیں ہو گا

لیے جاتے ہو میرے دل کو ساتھ اپنے، ذرا سوچو
رہے گی آپ کی الفت کہاں جب دل نہیں ہو گا؟

یہی تھا عشق؟ جو اک ضرب تیشے کی نہ سہہ پایا
کہ ایسے عشق کا تو دل کبھی سائل نہیں ہو گا

ملا کرتی ہے سب کو کامیابی بعد مشکل کے
نہ جو پرخار ہو، وہ رستۂ منزل نہیں ہو گا

مجھے ہے پیار تم سے، غیر کے چہرے کو کیوں دیکھوں؟
ترے بن اب کسی پر دل مرا مائل نہیں ہو گا

نہ وہ تم ہو، نہ وہ جذبہ، نہ وہ الفت، نہ وہ خواہش
تماشہ اب کوئی اے دل! سرِ محفل نہیں ہو گا

یہی وہ جا ہے اے ناظمؔ! جہاں تنہا ہیں ہم دونوں
کوئی پردہ ہمارے بیچ یاں حائل نہیں ہو گا

25 جنوری 2020ء

سچی ہو مَحَبَّت تو بھلائی نہیں جاتی
مشعل کبھی اشکوں سے بجھائی نہیں جاتی

ہر رات یاں برزخ سی ہے، ہر دن ہے قیامت
یہ زندگی اب مجھ سے بِتائی نہیں جاتی

خوشبو کو کبھی پھول مُقَیَّد نہیں رکھتا
ایسے ہی وفا دل سے چھپائی نہیں جاتی

گرچہ اُسے دیکھے ہوئے گزرا ہے زمانہ
اُس کی وہ جھلک دل سے بھلائی نہیں جاتی

گر داغ مٹیں چاند کے چہرے سے، عجب کیا؟
تصویرِ صنم دل سے مٹائی نہیں جاتی

کعبے کی بھی دہلیز کو دیکھوں گا نہیں میں
جب تک کہ جھلک اُس کی دکھائی نہیں جاتی

وعدوں میں نہ رکھے ہمیں، سیدھا کرے انکار
اب دوستی گر اُس سے نبھائی نہیں جاتی

وہ سامنے ہو کر بھی بہت دور ہے مجھ سے
دیوار ہے اک بیچ، گرائی نہیں جاتی

یہ دل کی کشش ہے کہ مَحَبَّت کی کرامت
اُس سے بھی نظر مجھ سے چرائی نہیں جاتی

وہ باتوں ہی باتوں میں جو سمجھا گیا ناظَم
وہ بات ہے ایسی کہ بتائی نہیں جاتی

16 دسمبر 2019ء

آرزو کا سب فسانہ نامکمل رہ گیا
تیرے بن سارا زمانہ نامکمل رہ گیا

کب بتاتی ہے اجل کب آئے، کس کو لے چلے؟
بُل مقیّد، آشیانہ نامکمل رہ گیا

کب تلک شدّاد کی مہکی ارم قائم رہی
مر گیا فرعوں، خزانہ نامکمل رہ گیا

جو ملے اُن سے ہوئی تکمیل اُن کی روح کی
جو رہا اُن سے یگانہ، نامکمل رہ گیا

یہ انھوں نے سن لیا کہ آؤں گا ملنے اُنھیں
پر ہو گا ملنا شبانہ، نا مکمل رہ گیا

وہ مکر ہی نہ سکے کھا کر محبّت کی قسوم
میرے آگے ہر بہانہ نامکمل رہ گیا

کاٹ سندربن کے پاس آ کر ہے دیتا وہ زمیں
کیسے گنگا کا دہانہ نامکمل رہ گیا

قیس، وامق، مرزا، رانجھا بیچ میں سب چل بسے
رنگ سارا عاشقانہ نامکمل رہ گیا

29 جولائی 2019ء

جس کی آنکھوں میں مرا ارمان ہے میری طرح
وہ بھی بس سادہ سا اک انسان ہے میری طرح

کل تلک کہتا تھا جو عاشق ہیں ہم بس نام کے
ہو چکا وہ خود سے بھی انجان ہے میری طرح

سوچتا تھا ہونا ہے رخصت اکیلے ہی مجھے
باندھا یاں ہر ایک نے سامان ہے میری طرح

جانتے ہو قیس اور فرہاد کو ہی واعظو؟
کس کا الفت پر بڑا احسان ہے میری طرح؟

کھو کر اُس کی یاد میں انجان میں خود سے ہوا
خود وہ میری یاد میں انجان ہے میری طرح

آج بےتابی کے زخموں کی نہایت ہو گئی
کب پہنچنا اس جگہ آسان ہے میری طرح

تو کہے ہے اُس کو فتنہ اور میں شانِ خدا
شیخ! کیا پختہ ترا ایمان ہے میری طرح؟

جب بھی وہ ہنستے ہوئے دیکھے ہماری ہے نظر
سجتی اُس کے لب پہ بھی مسکان ہے میری طرح

تھا تلاوت کرتا ناظم رات اُس کی یاد کی
قبر پر پڑھتا وہ اب قرآن ہے میری طرح

16 فروری۔ 25-28 مارچ 2019ء

نہیں اِس دنیا کو کوئی رہا شکوہ مرے دل سے
مزید اب پارسائی کا نہیں دعویٰ مرے دل سے

حیاتِ جاوداں کی چاہ میں رکھتا نہیں دل میں
اگر میں چاہتا، امرت ترا بہتا مرے دل سے

نگاہِ ناز سے تیری دلِ ناظم پہ کیا گزری
نہیں مطلب تمھیں، تم نے نہیں پوچھا مرے دل سے

یہ رستے زندگی کے اتنے بھی آساں نہیں ہوتے
نہیں پورا ہوا اب تک کوئی سپنا مرے دل سے

جمالِ یار سے شرمندہ ہو کر چھپ گیا سورج
نقابِ ابر دیکھا تو یہی نکلا مرے دل سے

جدا وہ ہو نہیں سکتا مرے دل سے کبھی ناصح
نہ توڑے سے جو ٹوٹے اُس کا ہے رشتہ مرے دل سے

تَصَوُّر سے ہی تیرے سب دیے روشن ہو جائیں گے
رخِ روشن تمھارا چھپ نہیں سکتا مرے دل سے

نہیں ہے پردہ دیواروں سے اپنے گھر کی لازم جب
تمھارے چہرے پر پردہ ہے پھر کیسا مرے دل سے؟

وہ بیگانہ ہیں نازِ حسن سے، مجھ کو یہ لگتا ہے
ستاروں کا نہیں وہ مانگتے تحفہ مرے دل سے

بھلا کر رنجشیں وہ بھی قریب آنے لگے میرے
ہوا مانوس اُن کا دل بھی کچھ ایسا مرے دل سے

27 فروری 2019ء

نہیں جلتی ہے کوئی شمع دیوانوں کی محفل میں
مجھے لگتا ہے کہ دیوانگی آئی ہے مشکل میں

رواں ہیں قافلے کیوں آج صحرا کی طرف جانے
نہ ہی مجنوں ہے کوچے میں، نہ ہی لیلیٰ ہے محمل میں

ہیں پلکیں تیر اُس کی اور مقتل ہے نظر اُس کی
نظر آئی عجب یہ بات مجھ کو چشمِ قاتل میں

نہ رسوائی کا ہے کچھ خوف نہ ہی جاں کی ہے پروا
نہیں مشکل نظر آئی وفا کی ہم کو منزل میں

جو مجھ کو دیکھ کر ایسے جھکا لیتے ہو تم پلکیں
چھپاتے ہو کوئی تو بات تم نظروں کے ساحل میں

کدے کو کھول دے ساقی وگرنہ جا رہا ہوں میں
لبوں پر ہے تمھارے اور کچھ، اور اور کچھ دل میں

نہیں وہ دیکھتا اپنے دوانوں کو نظر بھر کر
یہ خوبی دیکھی ہے میں نے اُسی بےدرد، بے دل میں

یقیں تم نہ کرو، مرضی تمھاری، پر حقیقت ہے
ترا چہرہ نظر آتا ہے مجھ کو ماہِ کامل میں

نہ تیری یاد ہو تو ہے جہاں سارا ہی بےرونق
مگر تم یاد ہو تو ہے بہت عشرت سلاسل میں

سیاہی اُس کی زلفوں کی بیاں ہو ہی نہیں سکتی
مگر ہے رات کی ظلمت فقط عارض کے اک تل میں

25 جون 2019ء

وفا کی شان کو لوٹا، جفا کی آن کو لوٹا
ستم گر کی نگاہوں نے مرے ایمان کو لوٹا

کہانی سن کے مجنوں کی کہا "ہائے غضب! الفت
کسی کی زندگی لوٹی، کسی کی جان کو لوٹا"

مرا تو چور تو ہی ہے، خبر ساماں کی تھی تم کو
جو بچنا تھا تو پھر ہوتا کسی انجان کو لوٹا

صنم تیری نظر کو گھر نہ کافر کا نظر آیا
کہ لوٹا پھر تو اک بےچارے با ایمان کو لوٹا

اگر لوٹا بھی تو اُس نے فقط لوٹا مرے دل کو
مسافر چھوڑ کر اُس نے فقط سامان کو لوٹا

اگر تھا لوٹنا تو لوٹتے تم قلبِ واعظ کو
خطا کی تم نے جو مجھ جیسے اک نادان کو لوٹا

ضیافت وہ کریں گے؟ توبہ! کیا کہتے ہو تم مجھ سے
کہ جن نے آنے والے اپنے ہر مہمان کو لوٹا

میں کیسے مان لوں توبہ کی اُن نے سب گناہوں سے
کہ جن کے لوٹنے نے ڈاکوؤں کی شان کو لوٹا

سمجھ کفاؔر کی آئی مجھے یہ چال ہے حضرت
نہیں چھینا اُنھوں نے کچھ، فقط قرآن کو لوٹا

دے سکتا نفع تھا انسان کو انسان ہی ناظم
ضرورت کے لیے انسان نے انسان کو لوٹا

07 اکتوبر 2019ء

چراغِ زندگی بجھنے لگا ہے
تغافل اُس کا حد سے ما ورئٰ ہے

ہو کہتے جس کو خاکِ پائے مجنوں
مَحَبَّت کا وہی ارض و سما ہے

ستارے آج کیوں تاریک ہیں دل
تمھارا دور کیا کوئی گیا ہے؟

یاں کس کی آہ اِتنی پر اثر ہے
صنم کو جس نے پانی کر دیا ہے

بجھانے آئی ہیں جس کو ہوائیں
مرے گھر میں فقط اک ہی دیا ہے

بجا ہے تم ہو میری ساری دنیا
تمھارے بن یہاں رکھا ہی کیا ہے؟

زمانے کا دلِ انساں ہے جوہر
دلِ انسان کا جوہر وفا ہے

نصیب اک بھی کلی ہم کو نہیں ہے
چمن پھولوں سے گرچہ بھر چکا ہے

وفا کو جان جائے ساری دنیا
دلِ مرحوم کی یہ ہی دعا ہے

غرور اتنا نہ کر ناظَمِ کے آگے
اے زاہد! وہ ہمارا بھی خدا ہے

28 نومبر 2019ء

بیت تیری یاد میں ہے پھر مرا اک دن گیا
پھر تڑپ کر دل مرا اک بار ہو ساکن گیا

مجھ کو حاصل ایک لذت تھی ترے دیدار کی
اُف! حوادث ہائے عالم وہ بھی مجھ سے چھن گیا

جن کے بن اک پل بھی مجھ کو چین آ سکتا نہ تھا
بیت میری زیست کا اِک عرصہ اُن کے بن گیا

"قیس تھا بےہوش واں، اُس کو اٹھا لایا ہوں میں"
"یہ بتاؤ، قیس اُس کوچے میں کیوں لیکن گیا؟"

آ گیا گننا اُسے اربوں نہیں، کھربوں تلک
زخم میرے سینے کے اک بار بھی جو گن گیا

"شیخ صاحب! آپ کو میں ہی نظر آتا ہوں کیا؟
آپ کہہ دیں دنیا میں رہ کون ہے مومن گیا؟"

نہ صفائی دے مجھے ظاہر کی اپنے اے حبیب!
میں تری اِس بات سے پڑھ تیرا سب باطن گیا

چارہ کیا کرتا؟ وہ میرے زخم کیا سیتا طبیب؟
دیکھ میرے حال کو روتا ہوا محسن گیا

پیار کا وعدہ ہے پختہ آج اپنے درمیاں
میری جانب سے خدا بن اپنا ہے ضامن گیا

ایسا نہ کرتا تو شاید اور جیتا چار دن
دیکھو تو ناظؔم کو وہ مر کتنا ہے کم سن گیا!

25 ستمبر 2019ء

وفا کے بعد بھی سب سے نظر ملا کے چلا
کبھی نہ زندگی میں سر کو میں جھکا کے چلا

گواہی دیں گے یہ رستے ترے دیار کے بھی
کہ رات چھائی تو میں مشعلیں جلا کے چلا

قبول میری دعا اِس طرح وفا میں ہوئی
ستون آسماں کے آج میں ہلا کے چلا

سفر میں وہ بھی رہا، جستجو میں میں بھی رہا
قمر کے ساتھ قدم سے قدم ملا کے چلا

یقین ہے مجھے اُس کے حسین وعدوں پر
کبھی نہ مجھ سے کوئی راز وہ چھپا کے چلا

فراقِ یار، گھڑی درد کی، دبی آہیں
یہ کون سمجھے میں دنیا سے کیا چھپا کے چلا

قرار توڑ گیا اور اکیلا چھوڑ گیا
جہان سے اُسے دیکھو مجھے بھلا کے چلا

اُسے خبر نہ ہو میں جا رہا ہوں دور کہیں
سکون سے اُسے میں اِس لیے سلا کے چلا

زمانہ یاد آ گیا مجھے مَحَبَّت کا
محل کو اُس کے میں جنت کا در بنا کے چلا

سفید اُس کی ہتھیلی نظر پڑی ناظؔم
میں اپنے خون کو اُس کی حنا بنا کے چلا

13 دسمبر 2019ء

ہم تمھارے حسن کی پروا کیے بن جائیں گے
تم کو لیکن شہر میں رسوا کیے بن جائیں گے

اپنی مرضی سے جھکیں گے اپنے رب کے سامنے
ہم دکھاوے کے لیے سجدہ کیے بن جائیں گے

کس کے استقبال کو سجتی ہیں گلیاں شہر کی؟
ہم تو اپنے آپ کو آرا کیے بن جائیں گے

ہیں مسیحا جانتے یہ جاں خراباتی کی ہے
اِس لیے یاں سے مجھے زندہ کیے بن جائیں گے

ہم کو اُس دیدار سے حاصل ہی کیا جو عام ہو؟
غم کا باعث ہے کہ وہ پردہ کیے بن جائیں گے

ہم تمھارے بن ہزاروں سال جی کر جائیں گے
ہم تمھارے قرب کو رستہ کیے بن جائیں گے

تم سے رنجیدہ نہیں ہوں گے، ہمیں تیری قسم
ہم تمھارے قرب کو رستہ کیے بن جائیں گے

تم نہیں بنتے مرے تو میرے دل کو کیا پڑی
دل ترا الفت سے ہم آرا کیے بن جائیں گے

تم بھی تڑپو گے ہماری یاد میں، جانو یقیں
ہم وفا سے دل ترا تنہا کیے بن جائیں گے

08 اکتوبر 2019ء

ہے وجود میں عشق کا درد مرے میں نے ناصحا اُس سے تھا پیار کیا
میں نے ٹوٹ کے اُس پہ یقین کیا کفِ پا پہ جو سر کو نثار کیا

مجھے عاشقی پر تھا غرور بہت، مرا خبط ملا دیا خاک میں سب
میں لبوں کو ہی دیکھتا رہ گیا پر مرا نام نہ اُس نے شمار کیا

جو ہمیشہ رہا تھا قریب مرے، برہ اُس پہ گراں تھا وہ رو ہی پڑا
بڑے ناز سے اُس نے سلام کیا، مرا زادِ سفر بھی تیار کیا

ملے لاکھ قمر تو جبین بنی، ملے لاکھ گلاب تو حسن ترا
بنی ازل سے تا ابد ایک ہی شب جسے زلف تری کا ہے تار کیا

کھلی ایک کلی مرے باغ میں تھی، بڑی روشنی میرے دماغ میں تھی
وہ کلی بھی گلاب نہ بن سکی برا کام اے ابرِ بہار کیا

نہیں بس کی یہ بات ہر ایک کے قیس اِسی کی ہی لہروں میں تھا بہہ گیا
کوئی ایسا نظر میں نہیں ہے مرے کہ یہ دریا ہو جس نے بھی پار کیا

نہ سکون زمانے میں پا سکا ہوں کہ ہمیشہ رہا ہوں خیال میں ہی
وہی چہرہ رہا ہے نظر میں مری مجھے گھر سے تھا جس نے سوار کیا

ہے گریباں میں میرے وہ ہی تری جو کہ سحر کے سمے میں گلاب پہ تھی
کبھی بخشا شرف مری بانہوں کو تو کبھی پھول گلاب کو ہار کیا

سبھی رنگ نثار ہیں رنگِ بدن سبھی پھول نثار ہیں زیبِ چمن
ہے ستاروں کو بھی فدا کرتا گگن کہ ہے اُس نے سبھی کو شکار کیا

بڑے دعوے کیے تھے سبھی نے یہاں کہا زعم سے مجھ کو لے جاؤ وہاں
کہ شہید تھے پہلی نظر پہ ہی واں کہاں اُس نے تھا دوسرا وار کیا

9-25 دسمبر 2019ء

چہرے سے پردہ اٹھا، تو کس لیے پردے میں ہے؟
مجھ کو بس اتنا بتا تو کس لیے پردے میں ہے؟

پوچھتے ہیں مجھ سے کافر ہے کہاں تیرا خدا؟
یا خدا! محرم بنا تو کس لیے پردے میں ہے؟

کس لیے تڑپا رہا ہے مجھ کو اب تیرا نقاب؟
کیا ہوئی مجھ سے خطا؟ تو کس لیے پردے میں ہے؟

پہلے تو مجھ سے ملا کرتے تھے بالکل بےحجاب
اب ہے یہ کیسی حیا؟ تو کس لیے پردے میں ہے؟

کیوں ستم کرتے ہو مجھ پر اِس طرح اتنا حبیب؟
ہے مجھے کیسی سزا، تو کس لیے پردے میں ہے؟

وعدۂ دیدارِ محشر سے نہ اب بہلا مجھے
ایسی باتیں مت سنا تو کس لیے پردے میں ہے؟

ہے جلاتی شمع پروانے کو پردے کے بغیر
مت مرے دل کو جلا، تو کس لیے پردے میں ہے؟

نکہتِ گل کو چھپا سکتی نہیں ہیں پتیاں
خود کو مت مجھ سے چھپا، تو کس لیے پردے میں ہے؟

تیرا پردہ آزمائشِ ہے یا پھر ناز و ادا؟
مت دکھا ناز و ادا تو کس لیے پردے میں ہے؟

آج ہے بےتاب ناظم، مت جھکا اپنی نظر
جلد اٹھا، نظریں ملا تو کس لیے پردے میں ہے؟

29 اکتوبر 2019ء

زیست کے راستے ہم دم اگر آباد کرے
دلِ ناظَم اُسے کیوں کر نہ بھلا یاد کرے؟

ہے کڑا وقت اُس انسان پہ یہ جان لو تم
اپنی باتوں سے اگر وہ کسی کو شاد کرے

اُسے ناداں کے سوا کچھ بھی نہیں ہم کہتے
زیست اپنی جو جہاں کے لیے برباد کرے

نقش اصنام کا ملنا کہیں آسان نہیں
ملتا ہے تب ہی یہ انساں اگر الحاد کرے

تم نے ناوک چلا کے دیکھا نہ نخچیر کو بھی
کسی سے تیری طرح نہ کوئی صیّاد کرے

اڑے گا تیری ہی دیوار پہ جا بیٹھے گا
طائرِ دل کو تو دلبر اگر آزاد کرے

کیوں اثر ہوتا نہیں تم کو مرے پتھر دل؟
کوئی کس رنگ میں آگے ترے فریاد کرے؟

قتلِ عاشق کبھی آسان نہیں ہو سکتا
دار پر بیٹھ کے کیوں سوگ نہ جلّاد کرے؟

ایک عرصہ ہوا، کوئی بھی تَظَلُّم نہ ہوا
منتظر ہیں کہ نیا وہ ستم ایجاد کرے

دنیا کے کام میں کرتا ہے، دعاؤں میں نہیں
اگر اِس دور میں کوئی کسی کو یاد کرے

07 اکتوبر 2019ء

تیرا جانا دیکھ میرا خونِ ارماں کر نہ دے
اور سوزِ ہجر مجھ کو شمعِ سوزاں کر نہ دے

مجھ کو دریائے ستم میں ڈوب کر لگنے دے پار
دیکھ تیرا رحم میرا رستہ آساں کر نہ دے

"قم باذن اللہ" کی امید باقی ہے ابھی
یہ خوشی تیری مجھے عیسیٰ کا مہماں کر نہ دے

میں نہیں جاؤں گا تب تک اُس کی محفل میں رقیب
جب تلک وہ تیرے خوں میں تجھ کو غلطاں کر نہ دے

دفن کرنا میری میّت دور کوئے یار سے
اُس کی نیندوں میں خلل قبرِ شہیداں کر نہ دے

وہ تو پہلے ہی ہے ششدر تیرے نازِ عشق سے
اُس کو اندازِ تمنّا اور حیراں کر نہ دے

قید کی لذت پہ واروں ہو کے خوش آزادیاں
ڈر ہے جوشِ عشق میں دل ٹکڑے زنداں کر نہ دے

حسن پر لازم ہے پردے میں رہے سو ناز سے
حسن اپنا چاند کی مانند عریاں کر نہ دے

عشق کو آتا نہیں ہے چین جب تک حسن کو
اُس کی کج فہمی زیادہ ہی پریشاں کر نہ دے

ہر طرف بدنام کرنے والے پھرتے ہیں ہزار
ڈر ہے کوئی حرف تجھ کو بھی نمایاں کر نہ دے

پڑھنا مت ناظم غزل یہ اُس کی محفل میں کبھی
فن پہ وہ تیرے فدا اپنی کہیں جاں کر نہ دے

16 نومبر 2019ء

آج وقت اجنبی سا ہے ناظمؔ
تم کسی آشنا کو یاد کرو
ناظمؔ زرسنر